حدیث

محمد اظہر مدنی

ماہ رمضان ایمان واحتساب کا مہینہ ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه" (البخاری:۳۸ و مسلم:۷۶۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ایمان اور حصول ثواب کی نیت کے ساتھ تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

تشریح: رمضان المبارک کا مہینہ بے شمار نعمتوں اور انمول تحائف کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس کا ایک ایک پل خیر وبرکت سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی بے شمار نوازشیں اور اکرام بندوں پر نچھاور ہیں۔ درحقیقت رمضان کا مبارک مہینہ امت محمد یہ کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس کے اندر ایمان کے وہ مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جن کا دیگر ایام میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ رحمت ومغفرت، ذکرواذکار، صدقہ وخیرات، قیام وصیام، توبہ واستغفار نیز غمخواری و غمگساری کا مہینہ ہے۔ ہر انسان کی اس مبارک مہینہ میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ وہ پکا سچا مومن بن جائے، رب کا چہیتا اور برگزیدہ بن جائے، صوم وصلاۃ کا پابند ہوجائے اور اپنے اخلاق وعادات واطوار کو درست وچست کرلے۔ اس مبارک مہینہ کے روزے کی فرضیت تحویل قبلہ کے بعد سن ۲ ہجری میں ہوئی۔ سورہ بقرہ میں اس کی فرضیت اور اس کے مقاصد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ''(بقرہ:۱۸۳)''اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو'' اور ایک دوسری آیت کریمہ میں سابقہ تعلیمات کو منسوخ قرار دیتے ہوئے ماہ رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے۔''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ''(البقرہ:۱۸۵) کہ تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔ چنانچہ ماہ رمضان کے صیام وقیام کا اس کے شایان شان اہتمام کرنا چاہئے۔ عقلمند انسان وہ ہے جوان بابرکت ساعتوں کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے استفادہ کرے۔ درحقیقت یہ مہینہ توبہ کرنے کا مہینہ ہے۔ لہذا ہر بندہ مومن کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے ان ایام سے بھر پور فائدہ اٹھائے۔ صرف نیک اعمال کی تمنا کرنا کسی انسان کے کامیابی کا ضامن نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ ہر عمل میں حصول ثواب کی نیت کے ذریعہ ہی کامیابی وکامرانی کے منازل طے کرسکتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے گناہ کی مغفرت کا مژدہ ان لوگوں کو سنایا گیا ہے جو رمضان المبارک کا مہینہ ایمان کے ساتھ رکھتے ہیں۔ یعنی ایمان کے تمام شروط بشمول عمل پر کھرا اترتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے ماضی کے اعمال اور سرگرمیوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ سابق میں کی گئی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، اس نعمت عظمی کی توفیق پر رب کا شکر گزار ہوتے ہیں اور خطاؤں، لغزشوں، گناہوں پر نادم وشرمندہ اور رب کے حضور توبہ وانابت واستغفار کی گہار لگاتے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کے سابقہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے سنت نبوی کے مطابق زندگی گزاریں۔ اتباع حق کا جذبہ اپنے اندر موجزن کریں۔ آخرت کی تیاری کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ گردش لیل ونہار سے فائدہ اٹھانے کے لیے منظّم چارٹ بنائیں اور تدبر وتفکر کے ساتھ مبارک لمحات سے مستفید ہوتے ہوئے آخرت کا حقیقی تصور پیدا کریں۔ یاد رکھیں! ان مبارک ساعتوں میں کسی بھی طرح کی کوئی بھی غفلت ہمیں حسرت وندامت سے دوچار کردے گی اور پھر کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے ماہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاریاں سنت نبوی کے مطابق کی اور اپنے قلوب واذہان کو برائیوں سے پاک کیا، بغض وحسد سے باطن کو پاک وصاف کیا، اللہ کے دربار میں کمال تذلل وسپردگی کے ساتھ ماہ رمضان کے مبارک لمحات سے فائدہ اٹھانے کا عزم مصمم کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور منہیات ومنکرات اور معاصی وسیئات سے اجتناب کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ماہ رمضان کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی برکات سے بھر پور فائدہ اٹھانے اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن، دعاء واذکار، توبہ واستغفار، صدقات وخیرات اور تہجد گزاری کے ساتھ ساتھ سحری وافطاری اور قدر کی راتوں میں عبادت کرنے، آخری عشرہ میں اعتکاف کی توفیق بخشے اور ماہ صیام کو ملک وملت وانسانیت کی تعمیر وترقی، فوز وفلاح، اخوت ومحبت وبھائی چارہ اور امن وشانتی کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو اس کی مبارک ساعتوں اور برکتوں سے ہمکنار کرے۔ آمین وصلی الله علی النبی محمد وسلم تسلیمات کثیرا

☆☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

فتح وکامرانی ہماری نشانی

اگر ہم نے بحیثیت فرد، جماعت اور ملت یہ نہیں ٹھان لیا ہے کہ ہم کو ناکام ہو کر رہنا ہے تو پھر ہم ہی فتح وکامرانی کی شادمانی سے سرشار ہوں گے اور قدم قدم پر بلائیں بھلے ہی راہیں روکنے کے لیے انگڑائیاں لے رہی ہوں مگر فتح وظفر ہمارے استقبال کے لیے تیار ملیں گے۔ اگر ہم نے خود کو مرمٹنے اور اپنے آپ کو پست اور ذلیل کرنے کو نہیں تیار کر لیا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت ہم کو زیر نہیں کر سکتی۔ دراصل ہم نے اقوام عالم قریب وبعید کو اپنا حریف بنا لیا ہے۔ ہم نے اپنے گرد ایک ایسی لکیر کھینچ لی ہے کہ ہم اور دیگر قومیں دو انتہاؤں پر کھڑے رہیں گے اور آپس میں مل نہیں سکیں گے۔ ہم نے ایمان وانسانیت کا دم کسی کو دشمن بنانے کے لیے نہیں بھرا تھا بلکہ ساری دنیا کو اپنے خالق ومالک اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی سرزمین ماننے اور اسے اپنا خطہ اور حصہ قرار دینے کا اقرار کیا تھا اور صاف صاف کہا تھا:

ہر ملک ملک ما ست
کہ ملک خدائے ما ست

اللہ کی زمین ہماری سرزمین ہے۔ اللہ کے بندے ہمارے بھائی ہیں۔ اللہ کی تمام مخلوقات ہماری ہی طرح مخلوق ہیں۔ ہم سب خلقت میں ایک ہیں اور ہمارا خالق ایک اللہ مہربان ہے۔ اس لیے اس حیثیت سے ہم نہ اس کی سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں نہ اس کے بندوں سے نفرت اور عداوت رکھتے ہیں۔ عام انسانی برادری سے فرائض وواجبات نصح وخیر خواہی اور امر ونہی کے حساب سے رشتہ استوار رکھنا اور ان کا حق اور امانت ان کے حوالہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے لیے جانی ومالی اور نفسانی ہر طرح کی قربانی پیش کرنا اپنا ایمانی وانسانی فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ ہماری ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے۔ اس کے بغیر ہم نہ اپنے آپ کو معاف کر سکتے ہیں نہ خیر امت کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہم اپنا اول وآخر فریضہ سمجھتے ہیں کہ ہر حال میں، منشط ومکرہ میں اور خوشی وغم میں اس فریضہ کو ادا کرتے رہیں گے۔ اگر یہ فکرہ اور عقیدہ ہمارے نفس پر نقش ہو گیا تو ایمان کا

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
فضائل قرآن اور اس کی اثر انگیزی ۷
رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں؟ ۸
ماہ رمضان کے خصائص وفضائل ۱۰
صیام رمضان کے اغراض ومقاصد ۱۳
رمضان المبارک کے فضائل واحکام ۱۵
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے ۲۱
نماز فجر کی اہمیت وفضیلت ۲۲
امت پر صحابہ کرام کے حقوق ۲۵
اپیل ۳۱
جماعتی خبریں ۳۰
اعلان داخلہ ۳۱
اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ـــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

تقاضا بھی پورا ہوگا، ہم ہر حال میں کامیاب وکامران گردانے جائیں گے اور ''فزت ورب الکعبۃ'' کا نعرہ بھی لگائیں گے۔

ہزاروں مسائل ومشاکل کے دور میں اگر ہم نے صرف اپنے ایمان کی حفاظت کرلی تو اس سے بڑی کامیابی اور کیا چاہئے؟ موجودہ حالات میں اور اللہ نہ کرے اس سے برے اوقات میں بھی اگر ہم نے رب کی رضا حاصل کرنے کی ٹھان لی ہے، اسے اپنی ڈیوٹی گردان لیا ہے اور اپنے دین وایمان کے مقتضیات واہداف کو پورا کرنے کا عزم بالجزم کرلیا ہے تو اس سے زیادہ اچھے اوقات ہمارے لیے کیا ہوسکتے ہیں؟ اکھڑتے ہوئے پاؤں کو دیکھ کر اگر ہم نے استقامت کی راہ اپنالی تو ہم سے زیادہ کامیاب ومرد میدان کون ہوسکتا ہے؟ کیا ہم کو عدل وانصاف قائم کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا؟

اللہ اور رسول کا دشمن کون ہے؟ ہم نے اپنے ساتھ انصاف وعدل کا ترازو قائم نہیں کیا۔ کیا ہمیں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم نہ تھا، پھر ہم نے دوسروں کے خوف کو اپنے اوپر کیوں مسلط کرلیا ہے؟ کیا ایک ظالم اور دشمن قوم کے لشکر جرار اور حامل ہتھیار سے زیادہ ہم کو ہلاک وبرباد کرنے والے ہمارے اپنے گناہ نہیں ہیں؟ پھر ہم اس دشمن جانی وایمانی سے کیوں نہیں ڈرتے، آخر اس کو کیوں پال رکھا ہے؟ ہمارا اسلام وایمان بلاتوحید کے اور شرک کی آمیزش سے پاک ہوئے بغیر معتبر ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم نے دوسروں کو نفع ونقصان کا مالک کیسے مان لیا اور دوسروں سے کیوں خوف کھانے لگے؟ غیر اللہ سے کیوں امیدیں اور آرزوئیں وابستہ کرلیں؟ کیوں کر اس ذات واحد پر ہمارا یقین متزلزل ہونے لگا، کیا روزی رساں تن تنہا رزاق اللہ تعالیٰ نہیں ہے؟ پھر ہم نے اس ادنیٰ کام میں بھی دوسروں کو کیسے ساجھی وشریک بنالیا؟ ہم اپنے دل کی دنیا سے لے کر قول وکردار کے عالم تک سرسری جائزہ لیں تو صاف صاف دکھائی دے گا کہ ہمارا رب العزت والجلال کی رزاقیت اور روزی رساں ہونے پر پختہ یقین نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے وجود وبقا اور دوام وفنا کا مسئلہ بھی ہے۔ آخر ہم نے زندگی بخشنے والے قادر مطلق اور مالک ومتصرف فی الکون پر ایمان ویقین ایسے مواقع پر اور زیادہ مضبوط کرنے کے بجائے غیروں پر بھروسہ کیسے کرلیا؟ اور دوسروں سے کیوں امیدیں وابستہ کرلیں؟

میرے عزیز وغور کرو! ایک ادنیٰ پتنگ ایک پتلی سی ڈور سے نسبت وتعلق کی وجہ سے آسمان کی بلندیوں پر تیرتی اور پھریرے لیتی نظر آتی ہے۔ اس تار عنکبوت کے سہارے وہ جتنی لمبی ڈور سے بندھی رہتی ہے اڑان وپرواز اتنی ہی اونچائی تک بھرتی چلی جاتی ہے اور آسمان کی پہنائیوں کو چھوتی چلی جاتی ہے۔ مگر جوں ہی اس کا رشتہ اس ڈور بے زور سے کٹ جاتا ہے وہ اس قدر ڈولتی، اس قدر ڈگمگاتی اور اوندھے منہ زمین کی پستی کی طرف بے سہارا گرتی چلی آتی ہے کہ اس کو قرار اور استقرار نہیں ہوتا۔ وہ وقت کی ہواؤں کے رحم وکرم پر بے بسی کا آنسو بہاتی انتہائی کسمپرسی اور لاچاری وبدحالی کی حالت اور سنگین وغمگین اور حزین صورت میں تیزی سے زمین بوس ہونے لگتی ہے۔ وہ زمین میں لاشۂ بے جان اور بے گور وکفن ہوکر گر پڑتی ہے اور لاابالی ولاپرواہ اور اوباش، سرکش، ظالم اور شریر بچوں کی چیرہ دستیوں اور ظالم پنجوں کا شکار ہوکر اس کے پرزے پرزے ہوجاتے ہیں اور پرخچے اڑ جاتے ہیں اور اسے بازیچۂ اطفال سمجھ کر بچے اس کا تیا پانچاں کردیتے ہیں۔

میرے پیارے بھائیو! ایک لمحے کے لیے خود غور کرو اور دنیا جہان کو چھوڑ کر صرف اپنے من کی دنیا کی سیر کرلو تو تمہیں اپنی کامرانیوں کا راز اور فتح مندیوں کا مقام مل جائے گا، مایوسیوں کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اس اللہ جل شانہ سے رشتہ کو مضبوط کرلو۔ یہ ڈور انتہائی مضبوط زنجیر ہے اور ساری رسیوں سے مضبوط ومستحکم ہے۔ یہی ''العروۃ الوثقی'' ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی۔ ''لا انفصام لھا'' اس کے نہ ٹوٹنے کی اس کو گارنٹی ملی ہوئی ہے اور سمجھو کہ اب تم شاہراہ فوز وفلاح پر گامزن ہوگئے ہو اور تمہاری کامیابی کی کنجی تمہیں مل گئی ہے۔ ذرا اس ارشاد گرامی پر غور کرو اور تجدید ایمان اور تطہیر قلوب واذہان کرلو: لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہوچکی ہے، اس لئے جو شخص اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:۲۵۶)

پھر وہ اعمال قلبیہ وبدنیہ، روحانیہ وجسمانیہ اور باطنیہ ومیدانیہ جو تمہاری فتح مندیوں اور بلندیوں کو آسمان کی رفعتوں تک پہنچانے والے ہیں ان سب کو کام میں لاؤ تو پھر تمہاری گرد راہ کو بھی اقوام عالم اپنی تمام تر طاقتوں، ساز وسامان اور

اسباب واوزاراور ہتھیار وکاروبار کے باوجود نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

آؤ! لوٹ آؤ اپنے رب کریم کی طرف ،نکلو اپنی اس غفلت ،تساہلی اور خوف بیجا کے حصار سے ،جلدی کرو، ندامت کے چار چار آنسو بہاؤ اور عمل و کردار کی دنیا میں جلد از جلد پوری تیزی سے اتر پڑو۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔“ (آل عمران:۱۳۳)

اور

”بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل فيها مومنا ويمسى كافرا او يمسى مومنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا“ (مسلم)

کہ ان فتنوں سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو جو تاریک رات کے حصوں کی طرح (چھا جانے والے) ہوں گے۔ (ان فتنوں کے زمانے میں) صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر، اپنا دین وایمان دنیوی سامان کے عوض بیچتا ہوگا۔

ذرا بتاؤ کہ کیا انتہائی سختی کے زمانہ میں دار ارقم میں پناہ اور تعلیم کے لئے جگہ نہ بنائی گئی تھی؟ کیا شعب ابی طالب میں ناطقہ ونا کہ بندی نہیں ہوئی تھی اور ضعف اور کسمپرسی کی کون سی داستان اس سے سخت ہوسکتی تھی؟ بلال، آل یاسر اور سمیہ کو کس مظلومیت کا شکار ہونا پڑا تھا؟ کیا خبیب کے جسم وجان پر نہیں آن پڑی تھی؟ کیا خباب بن ارت کے جسم میں سلاخوں کے داغ ہی نہیں بلکہ گرم گرم ہتھوڑوں کے پڑے ہوئے گڈھے رہتی زندگی تک نہیں دکھائی دیتے تھے؟ عربی حکیم شاعر تو کہتا ہے تیر وتفنگ اور سنان کے زخم بھر جاتے ہیں، مگر زبان کے گھاؤ سے انسان پوری زندگی تلملاتا رہتا ہے، نہیں بھرتا۔ مگر ہاں، خالد ہوں یا خباب، ظالم دشمن کے نرغے میں ہوں یا ظالموں کے پنجے میں، ان کے زخم بھرے نہیں ہیں، مگر دیکھو کہ فوز وفلاح والی زندگی کس کو ملی ہے اور کامیاب وکامران کون ہے؟ کیا تمہارے اسلاف کے یہاں جو معیار و پیمانہ فوز وفلاح تھا وہ سب بدل چکا ہے؟ اور کیا وہ نعوذ باللہ ناکام تھے؟ یقیناً تم اپنی لاکھ بداعمالیوں کے باوجود کہوگے اور زور سے چیخ پڑوگے کہ ہرگز نہیں، وہ کامیابیوں کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے دنیا میں بھی اور آخرت تو ہے ہی ان کے لیے۔ تو پھر کسوٹی کیسے بدل جائے گی؟ پھر تم ان آندھیوں سے گھبراتے کیوں ہو؟ ان جھکڑوں کی پرواہ ہی کیوں کرتے ہو؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں بلندیوں سے ہمکنار کرانے اور تم کو اور اونچا اٹھانے کے لئے بادصرصر بن کر آتی ہو۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
وہ تو آتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

لگتا ہے سستی وکاہلی، بے ایمانی، دنیاداری، سگان دنیا کی تیزی وطراری، حرص وآز اور محبت متاع دنیا جس نے تمہارے بال وپر کے اندر زمین کی پستیوں میں پڑے رہنے کی خو ڈال دی ہے، اس سے نجات حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہو اور تم جیسی خواب خرگوش اور آغوش غفلت میں مدہوش قوم کو بیدار کرنے کا کام کر رہی ہو۔ تم خالص اس رب العالمین کے لئے اور اس کی مخلوق کے لئے برپا کئے گئے تھے مگر اب تم خود اپنے وجود سے بھی بے خبر ہو۔ کیا تم نے ایک لمحے کے لیے بھی سوچا کہ تم جس ایمان قوی، اخلاق عالیہ، شجاعت اور ہمدردی واخلاص کے خمیر سے اٹھے تھے اب اس میں دیگر عناصر شر کی آمیزش ہوچکی ہو اور وہ تیرا رب ابتلاؤں اور بلاؤں کے ذریعہ تمہاری تمحیص کرنا چاہ رہا ہو اور تم اسے کچھ اور سمجھ رہے ہو؟ دیکھو تم کو صرف مکی زندگی ہی کیوں سوجھ رہی ہے؟ آخر بعثت سے قبل کی نبوی زندگی بھی تو نمونہ ہے۔ اس نبی رحمت کی پیدائش سے لے کر اللھم الرفیق الاعلی کہنے تک کیا ایک عظیم الشان آئینہ کی طرح نہیں جس کو دیکھ کر تم اور ساری دنیا اپنے اخلاق وکردار اور سلوک وبرتاؤ کے گیسو سنوار سکے؟

مکہ میں بعثت نبوی سے پہلے جو جہالت اور ظلم وبربریت اور ہر سطح پر اخلاقی، دینی اور معاشرتی برائیاں پھیل چکی تھیں اور شرو اشرار کا غلبہ ہو چکا تھا ایسے حالات میں کیا انسان میں ہر سطح پر ایک اعلیٰ اخلاقی، ایمانی سماجی، سیاسی، معاشرتی اور خاندانی سطح پر بہترین نمونہ بن کر خلاصہ اخلاقیات، زبدۂ ایمانیات، حسن معاملات اور صادق امین کے خطاب عظیم سے مخاطب نہیں کیا جاتا تھا؟ اور کیا وہ قوم کی آنکھوں کا تارا اور ان کے دلوں کی آواز نہیں بن چکا تھا؟ اور سب خواہ اپنے ہوں یا بیگانے صادق وامین کہہ کر نہیں پکارا کرتے تھے؟ اور اپنے تمام معاملات اور مالیات اور خاندانی وگھریلو اقوال واسرار کا وہ امین نہیں سمجھتے تھے؟ پھر آج ہم اس شروفساد کے زمانہ میں ان اقوال وکردار کے نمونہ کو اپنا کر

مسلمانوں اور اسلام کی نیک نامی کا سبب نہیں بن سکتے ؟ اور دل یزداں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے کے بجائے ان کے دلوں کا سرور وسکون نہیں بن سکتے خصوصا جبکہ ہمارے پاس بعثت کے بعد مکی زندگی کے نور ہدایت اور مشکاۃ نبوت اور عطر بیز پاکیزہ سیرت بھی ہے اور مدنی زندگی بھی ہے اور صبر وشکیبائی اور بے مثال ایثار وقربانی، حوصلہ عالی اور بے نظیر استقامت وحوصلہ پر مبنی مثالی زندگی بھی ہمارے لئے اسوہ ونمونہ ہے نیز مدنی زندگی میں حلم وبردباری وفاشعاری اور دشمن جانی سے انتقام لینے کے بجائے عفوودرگزر کی اعلیٰ ومثالی نشانی ہمارے سامنے نہیں ہے؟ اگر یہ ساری دولت اور وراثت ہمارے پاس ہے تو ہم پھر اس وقت کیوں کر اقوام عالم کے سامنے محروم ومغموم ہیں اور للچائی ہوئی نظروں سے غیروں کی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں؟ ہمارا آسرا اگر اس آستانہ عالیہ اور ذات باری تعالیٰ پر ہے تو پھر ہمیں کسی اور بیساکھی اور موہوم وخیالی سہارے کی ضرورت ہی کیوں ہے؟ آیئے شمع ایمان کو فروزاں کریں اپنے رب سے کئے ہوئے عہد کی تجدید کریں، اپنا رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار کریں اور اس کے بندوں کے مادی ومعنوی جسمانی وروحانی اور دینوی واخروی حقوق کی پاسداری کریں اور جس امانت عظمی کو اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کے سپرد کرنے کی عظیم ذمہ داری ہمارے سر ڈال رکھی ہے اس کی ادائیگی کے لئے اپنی پوری توانائی اور ہر طرح کی جاں فشانی وقربانی کے ساتھ ادا کریں۔

خصوصا دو بہترین مواقع اور چانس کو ہرگز ہرگز اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں ایک وہ سنہری موقع ہے جو ہمیں اس وقت خرابی بسیار کے بعد بھی میسر ہے وہ ہے برادران وطن، اقوام عالم اور مذاہب وملل ونحل حاضرہ کے ساتھ مل بیٹھنے اور تبادلہ خیال کرتے رہنے کا خصوصاً اپنے اخلاقی نمونے پیش کرتے رہنے کا اور دوسرا خیرات وبرکات سے بھرپور فتح وکامرانی سے معمور اور رحمت الٰہی اور خوشنودی ذات باری سے معطر ماہ مبارک ماہ رمضان، ماہ نزول قرآن اور تاریخ اسلام کی تمام اہم نازک ترین گھڑیوں میں فتوحات کی آماجگاہ ماہ رمضان المبارک میں توبہ واستغفار اور قول وکردار اور ہر طرح کی نیکیوں سحری کے بابرکت اوقات، قیام اللیل، تلاوت قرآن اور ان مبارک ساعات کو اپنی زندگی میں جاری وساری کرکے اللہ کی نعمتوں اور فتح ونصرت کے سزاوار بن جاؤ۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

فضائل قرآن اور اس کی اثر انگیزی

محمد صدر عالم عمری ایم۔اے
حیدر آباد

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (سورہ البقرہ:۱۸۵)''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ، جولوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔''

خالق ارض وسماں نے انسانوں کو جوسب سے بہترین اور عظیم ترین تحفہ عطا کیا وہ قرآن مجید ہے جسے اللہ رب العالمین نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے نازل کیا ہے قرآن مجید کا نزول اس وقت ہوا جب ساری کائنات پر جہالت وتاریکی کے بادل منڈلا رہے تھے، جس طرح مردہ زمین بارش کے لئے بھیک مانگتی ہے اسی طرح تباہ حال انسانیت نہایت ہی بے قراری وبے کیفی کے ساتھ ایک حیات بخش نظام کے لئے اپنی نگاہیں آسمانوں کی طرف اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی اور ملت کے غم خوار محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اسی فکر میں مستغرق رہتے تھے کہ کس طرح انسانوں کو گمراہی کے راستوں سے نکال کر سیدھے راستے پر لا کھڑا کیا جائے اور انہیں انسانیت کا درس دیا جائے۔

اسی فکر میں منہمک تھے کہ اچانک روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کی یہ آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سورہ العلق:۱۔۵) لے کر تشریف لائے۔ یہیں سے انسانوں کو انسانیت کا درس دینے اور قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوتا ہے جو بتدریج تقریباً ۲۳ سال کی مدت تک ہمارے رسول خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

قرآن مجید کی تلاوت باعث اجر وثواب اور برکت کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید تزکیہ نفس کے لئے ایک ایسی واحد کتاب ہے جس کی تلاوت سے روح تروتازہ رہتا ہے اور دل کا زنگ کافور ہوجاتا ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح پانی سے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے صحابہ کرام نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز کونسی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے صرف دل کا زنگ ہی دور نہیں ہوتا بلکہ ایک مؤمن کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول الم حرف بل الف حرف ولام حرف وميم حرف (الجامع الترمذی فضائل القرآن) یعنی جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا تو ایک حرف کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کی برکت سے بن مانگے ہر مراد پوری ہوجاتی ہے قرآن مجید کی ہدایت کا اثر وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو دل ودماغ کے دروازے کو کھول کر رکھتے ہیں مگر وہ لوگ جو اپنے دل ودماغ کے دروازے کو بند کر کے رکھے ہوئے ہیں ان پر قرآن کی ہدایت اور سچی باتوں کا اثر نہیں ہوسکتا، لہٰذا میری گزارش ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سمجھ کر کریں تا کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے رشد وہدایت سے بھرپور فائدہ حاصل ہو اس کے لئے سب سے پہلے دل میں طلب صادق پیدا کریں، طلب صادق ہی سے ایمانی قوت ملتی ہے۔

قرآن مجید عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور وہی اس کے اولین مخاطب ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید نے متعدد آیات میں اہل عرب کو چیلنج کیا کہ تمہاری رگوں میں فصاحت وبلاغت کا خون دوڑ رہا ہے اور تم کو اس پر ناز بھی ہے تو نہ پوری قرآن کم از کم ایک سورہ یا ایک آیت ہی صحیح پیش کر کے بتاؤ، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے (بنی اسرائیل:۸۸) یعنی کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

قرآن مجید کا اعجاز صرف اس کی فصاحت وبلاغت ہی میں نہیں ہے بلکہ اس کے الفاظ وترکیب، اسلوب ونظم میں بھی ہے، قرآن کے اسلوب بیان کا یہ عالم ہے کہ نثر پر مشتمل ہونے کے باوجود اس میں ایسی شیریں آہنگ ہے جو شعر سے بھی زیادہ حلاوت ولطافت کا حامل ہے، اس کے اعجاز کا راز یہ ہے کہ وہ اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اپنے ظن وتخمینہ اور ناقص معلومات سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قرآن ایک معجزہ لافانی ہے ہر قسم کے تغیر وتبدل سے آزاد اور ہر قسم کے حذف واضافہ سے مستغنی ہے، بقول شاعر

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

رمضان المبارک کا استقبال کیسے کریں!

محمد ثمامہ رحمت اللہ عمری

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، یہ اپنی عظمتوں اور برکتوں کے لحاظ سے ممتاز اور امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم خوشخبری اور بشارت سے کم نہیں۔اسی لیے نبی کریم ﷺ اس کی تیاری پہلے سے ہی سے کیا کرتے تھے اور ماہ رمضان میں انجام دئے جانے والے تمام اعمال (تلاوت قرآن کریم، تہجد، صدقہ وخیرات وغیرہ) کو بجالانا شروع کردیتے تھے۔اور ماہ مبارک جوں جوں قریب آتا آپ کا شوق مزید بڑھتا چلا جاتا یہاں تک کہ شعبان المعظم کے اندر آپ کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ام المومنین عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں ”کان رسول اللہ ﷺ یصوم حتی نقول لا یفطر،ویفطر حتی نقول لایصوم ،فما رأیت رسول اللہ ﷺ استکمل صیام شهر الا رمضان ومارایته اکثر صیاما منه فی شعبان“ ۔[البخاری]اور رمضان المبارک کے آتے ہی آپ کے یہ سارے اعمال تیز سے تیز تر ہوجاتے تھے۔اسی طریقہ سے صحابہ اور سلف صالحین نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے رمضان کا استقبال کیا کرتے تھے، چھ ماہ قبل سے ہی رمضان کو پانے کی دعائیں کرنے لگ جاتے تھے”اللهم بلغنا رمضان “اور پالینے کے بعد خوب عبادت کرتے تھے اور پھر چھ ماہ تک اس کی قبولیت کے لیے خوب دعائیں کیا کرتے تھے، گویا کہ پورا سال ہی رمضان المبارک کی یاد میں گزار دیتے تھے۔امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب رمضان کا چاند طلوع ہوتا تو اپنی کتابیں بند کردیتے، قران مجید پکڑ لیتے اور مسجد میں آکر بیٹھ جاتے، ہر وقت باوضو رہتے اور یہ فرمایا کرتے”هذا شهر القرآن لا كلام فيه الامع القرآن“. امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ جب رمضان شروع ہوتا تو فتوی دینا بند کردیتے اور بیٹھ کر ذکر الہی اور قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوجاتے۔اسی لیے ہم تمام مومنوں کو بھی مذکورہ عبادات کے ساتھ ساتھ ذیل میں دئے گئے دیگر بعض اہم اعمال کے ذریعہ اس کا استقبال کرنا چاہیے:

۱۔خوش دلی کے ساتھ: ایک مومن بندہ ہمیشہ خیر اور طاعت کی تلاش میں رہتا ہے اور مل جانے پر خوشی خوشی اس کا استقبال کرتے ہوئے دل وجان سے قبول بھی کرلیتا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ [التوبۃ:۱۲۴]۔ترجمہ:” اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے ،سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہورہے ہیں“ اور اللہ تعالی سورۃ یونس کے اندر فرمایا ہے: ﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون﴾ [یونس ۵۸]۔ترجمہ: ” آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کررہے ہیں“۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو شعبان کی آخری تاریخ کو رمضان المبارک کی بشارت سنائی” اتاکم شهر رمضان شهر مبارک فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه ابواب السماء وتغلق فيه ابواب الجحيم وتغل فيه مردن الشياطين لله فيه ليلة خير من الف شهر من حرم خيرها فقد حرم“ [رواہ احمد والنسائی ۲۱۰۶ وصححہ الالبانی]۔ترجمہ: ”رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے، اللہ تعالی نے تم پر اس کے روزے فرض کردئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کرئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور اس میں اللہ تعالی کے لیے ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا تو وہ بس محروم ہی رہا“۔

۲۔حمد وشکر کے ذریعہ: ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے رمضان کا مہینہ ایک گراں قدر تحفہ اور عظیم نعمت ہے، زندگی کے نشیب وفراز سے گزارتے ہوئے اللہ تعالی نے ہمیں رمضان تک پہونچا دیا۔اس لیے ہمیں سب سے پہلے شکر ادا کرنا چاہیے اور محض زبانی شکر کافی نہیں بلکہ اپنے اعمال وکردار سے بھی اس کا اظہار کریں ۔کیونکہ نعمت کی پائیداری اور زیادتی کے اسباب میں سے شکر بجالانا ہے اور ناشکری زوال نعمت کے اسباب میں ہے۔

۳۔اخلاص نیت کے ساتھ: رمضان المبارک کا روزہ ایک عظیم عبادت ہے، اور کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لیے اخلاص اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی ضروری ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے”انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی “[البخاری]۔اس لیے ہر مسلمان کے لیے عبادت سے قبل اخلاص نیت

ضروری ہے اس کے بغیر اللہ کے نزدیک کوئی عبادت قابل قبول نہیں ہے۔

۴۔ سچی توبہ: توبہ و استغفار اگر چہ ہر مسلمان پر ہر وقت واجب ہے ، نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں ہر دن ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ رب کی طرف رجوع کرنے اور گناہوں سے معافی مانگنے کا مہینہ ہے۔ورنہ انسان گناہوں کی وجہ سے عبادت اور طاعت کے باوجود لذتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔جیسا کہ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے ایک سال تک قیام اللیل سے محروم رہا۔اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے:''اگر تم قیام اللیل اور صیام النہار کی استطاعت نہیں رکھتے ہو تو سمجھ جاؤ کہ گناہوں نے تمہیں اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔صحیح حدیث کے اندر نبی کریم ﷺ نے فرمایا رمضان المبارک کی پہلی رات فرشتہ باآواز اعلان کرتے ہیں:'' **یا باغی الخیر أقبل ویا باغی الشر أقصر** ''[ابن ماجہ:۱۶۴۲]''اے نیکی کے طلبگار ،آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب گار رک جا''۔

۵۔وقت کی قدرو قیمت جاننا: وقت انسان کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے تحفہ ہے،اس تحفہ کی قدر کرنا اور اس کی اہمیت کو سمجھ کر صحیح استعمال کرنا ہماری کامیابی کا باعث ہے۔دنیا کے اندر بے شمار لوگ ہیں جو وقت کی قدر نہ جاننے کی وجہ سے اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ رمضان المبارک کو بھی عام دنوں کی طرح لہو ولعب میں گزار دیتے ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ **أیاما معدودات** ﴾۔[البقرۃ:۱۸۴]۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجئے جس کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہو جاوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:'' **علیک بالصوم فانه لامثل له** ''[ابن حبان ۹۲۹،حاکم:۱/۴۲۱،امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے]۔ترجمہ:'' روزے کو لازم پکڑو کیوں کہ اس جیسا کوئی عمل نہیں''۔دوسری حدیث جس کو طلحہ بن عبیداللہ نے روایت کیا ہے رمضان کے روزہ کو جنت میں جانے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بتلایا ہے: دو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ دونوں ایک ساتھ اسلام لائے تھے ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت بہت ہی محنتی تھا تو محنتی نے جہاد کیا اور شہید ہو گیا پھر دوسرا شخص اس کے ایک سال بعد تک زندہ رہا اس کے بعدہ وہ بھی مر گیا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اتنے میں وہ دونوں شخص نظر آئے اور جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا اور اس شخص کو اندر جانے کی اجازت دی جس کا انتقال آخر میں ہوا تھا پھر دوسری بار نکلا اور اس کو اجازت دی جو شہید کر دیا گیا تھا اس کے بعد اس شخص نے میرے پاس آکر کہا تم واپس چلے جاؤ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا صبح اٹھ کر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے خواب بیان کرنے لگے تو لوگوں نے بڑی حیرت ظاہر کی پھر خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اور لوگوں نے یہ سارا قصہ اور واقعہ آپ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! پہلا شخص نہایت عبادت گزار تھا پھر وہ شہید بھی کر دیا گیا اور یہ دوسرا اس سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا! آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ اس کے بعد ایک سال مزید زندہ نہیں رہا؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور زندہ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال میں تو اس نے رمضان کا مہینہ پایا روزے رکھے اور نماز بھی پڑھی اور اتنے سجدے کئے کیا یہ حقیقت نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یہ تو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تو اسی وجہ سے ان دونوں میں زمین وآسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ دوری ہے۔

۶۔کم کھانا: زیادہ کھانا پینا صحت کے لیے طبی اعتبار سے اچھا نہیں سمجھا گیا ہے ،اسی لیے شریعت نے زیادہ کھانے پینے سے ممانعت فرمایا ہے۔نبی کریم ﷺ نے ایک ڈکار لینے والے سے کہا تم اپنی ڈکار ہم سے دور رکھو اس لیے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھر کے کھانے ولا قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا رہے گا [ترمذی]۔اور سلمہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' **ان کان الرجل لیعیر بالبطن کما یعیر بالذنب یعمله** ''۔رمضا المبارک کا مہینہ عبادت،مغفرت کا اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔اس کے اندر زیادہ کھانا پینا رمضان کے مقاصد کے برخلاف ہے کیونکہ انسان کو سستی وکاہلی کا عادی بنا دیتا ہے اور عبادات وطاعات سے دور رکھنے،خشوع وخضوع کو غارت کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔

۷۔روزہ کے احکام کو سیکھنا: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر عاقل بالغ پر روزہ کے احکام کو سیکھنا واجب ہے ،کیونکہ جہالت کی وجہ انسان بہت سارے اجر وثواب سے محروم رہ جاتا ہے بسااوقات عذر شرعی کے باوجود رمضان کی رخصتوں سے بہرور ہونے سے معذور رہتا ہے۔

ان امور کے علاوہ بھی بہت سارے علمی اور عملی امور ہیں جن کی انجام دہی کے ذریعہ ہم اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کر سکتے ہیں۔اور شعبان کا مہینہ اسی چیز کی ہمیں دعوت دیتا ہے۔ہر خیر وبھلائی کے کاموں میں ہم پیش قدمی کریں اور برائی وبے حیائی کے کاموں سے پوری طرح اجتناب کریں،استقبال رمضان کا یہی معنی اور مطلب ہے۔اللہ پاک ہم سب کو رمضان المبارک نصیب کرے،اور اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

ماہِ رمضان کے خصائص وفضائل

الشیخ/عبدالولی عبدالقوی

الحمد لله و الصلاة والسلام على رسول الله و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله و بعد:

ماہ رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، یہ مہینہ اپنے فضائل وبرکات کے لحاظ سے دیگر مہینوں کے مقابل گوناگوں امتیازی خصوصیات کا حامل ہے، اس میں اللہ تعالی کی بے پایاں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، جن سے ہر مسلمان مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے، یہ مبارک مہینہ باقی مہینوں کا سردار ہے، اس میں اللہ تعالی کی آخری کتاب قرآن کریم کا نزول لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر ہوا، اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو اس طرح گمراہ نہ کرسکیں جس طرح عام دنوں میں کرتے ہیں، اس مہینہ میں اللہ تعالی خصوصی طور پر اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا اور انھیں جہنم سے آزادی کا انعام عطا کرتا ہے، اس مہینہ میں روزے رکھنا اسلام کا بنیادی رکن ہے، نیز اس میں کی جانے والی دوسری عبادات مثلا قیام، تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات، اعتکاف، عبادات لیلۃ القدر وغیرہ کی رسول اللہ ﷺ سے غایت درجہ فضیلت ثابت ہے، چنانچہ ہم ذیل میں اس ماہ مبارک کے بعض خصائص وامتیازات کا ذکر کرتے ہیں جو کسی دوسرے مہینہ کو حاصل نہیں ہیں:

(۱) ماہ رمضان روزہ جیسی عظیم عبادت کا وقت ہے:

روزہ جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی کے لئے اللہ نے ماہ رمضان کا انتخاب فرمایا جس طرح حج جیسی عظیم عبادت کے لئے ماہ ذی الحجہ کا انتخاب فرمایا اور یہ روزے جن کی ادائیگی ماہ رمضان میں فرض قرار پائی دخول جنت کا ذریعہ ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من آمن بالله و رسوله و أقام الصلاة و صام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة“

جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے، تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری ۲۷۹۰)

(۲) ماہ رمضان قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالی مذکورہ آیت کریمہ میں سارے مہینوں کے مابین ماہ رمضان کی تعریف کررہا ہے کہ اللہ نے اس مبارک مہینہ کو قرآن کریم کے نزول کے لئے خاص فرمایا۔“ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۹۲)

رمضان میں قرآن کریم کے نزول کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہوگیا بلکہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر اتار دیا گیا اور وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر:۱) یقیناً ہم نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل فرمایا ہے۔

نیز اللہ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ (الدخان:۳)

بیشک ہم نے اسے (قرآن کریم کو) بابرکت رات (شب قدر) میں نازل فرمایا ہے، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔

پھر وہاں سے جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام حسب حالات بحکم الٰہی تھوڑا تھوڑا لے کر پوری مدت نبوت میں نازل ہوتے رہے۔

(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۱/۱۹۷، فتح القدیر للشوکانی ۵/۶۶۹)

(۳) ماہ رمضان کے روزے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الصلوات الخمس و الجمعة الى الجمعة و رمضان الى رمضان مكفرات ما بينهن اذا اجتنبت الكبائر“

پانچ نمازیں، جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ان کے مابین ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے (کیوں کہ کبیرہ گناہ سچی اور خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے) (مسلم ۱۶/۲۳۳)

(۴) ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

(۵) ماہ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں:

(۶) ماہ رمضان میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے:

(۷) ماہ رمضان میں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

(۸) ماہ رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

(۹) ماہ رمضان میں ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے: اے نیکیوں کے طلب گارو آگے بڑھو اور اے گناہوں کے ڈھونڈ ھنے والو گناہوں سے رک جاؤ۔

(۱۰) ماہ رمضان میں اللہ تعالی بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے:

مذکورہ باتوں کی دلیل مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

ابو ہریرۃ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا دخل رمضان فتحت أبواب السماء و غلقت أبواب جهنم و سلسلت الشياطين"

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیے جاتے ہیں۔ (بخاری ۱۸۹۹)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"اذا كان رمضان فتحت أبواب الرحمة و غلقت أبواب جهنم و سلسلت الشياطين"

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیے جاتے ہیں۔ (مسلم ۱۰۷۹)

ابو ہریرۃ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا كانت أول ليلة من رمضان صفدت الشياطين و مردة الجن و غلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب و فتحت أبواب الجنة فلم يغلق منها باب و نادى مناد يا باغي الخير أقبل و ياباغي الشر أقصر و لله عتقاء من النار و ذلك كل ليلة"

جب ماہ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، تو شیطانوں اور سرکش جناتوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور (پورے رمضان) اس کا کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور (پورے رمضان) اس کا کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا ہے، اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے اے بھلائیوں کے چاہنے والو! آگے بڑھو اور اے برائیوں کے ڈھونڈنے والو! برائیوں سے رک جاؤ اور (اس ماہ رمضان میں) اللہ سبحانہ وتعالی بہت سارے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ ۱۶۴۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۲۷۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ماہ رمضان میں شیطانوں کے جکڑ دیے جانے سے مراد یہ ہے کہ روزہ داروں سے شرور ومعاصی کا صدور کم ہوجاتا ہے جنھوں نے آداب وشروط کی پاسداری کے ساتھ روزہ رکھا ہے یا مراد یہ ہے کہ سبھی شیاطین نہیں بلکہ صرف سرکش شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ بعض روایات میں اس کا ذکر ہے یا شیطانوں کے جکڑ دیے جانے سے مقصود ماہ رمضان میں شرور ومعاصی کا کم ہونا ہے جیسا کہ ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کم ہوجاتے ہیں، (واضح رہے کہ) شیطانوں کے جکڑ دیے جانے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ماہ رمضان میں سرے سے شرور ومعاصی کا خاتمہ ہوجائے، کیوں کہ شیاطین کے علاوہ برائی کے دیگر اسباب بھی ہیں مثلا خبیث نفوس، بری لت، انسانی شیطان جو شیاطین کی نیابت کرتے اور معاصی کو جنم دیتے ہیں۔'' (فتح الباری ۴/ ۱۳۷، فیض القدیر ۱/ ۳۴۰)

(۱۱) ماہ رمضان کی برکتوں سے محروم رہنے والا بے نصیب ہے:

انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ماہ رمضان کی آمد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان هذا الشهر قد حضركم و فيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله و لا يحرم خيرها الا محروم"

یہ مہینہ جو تم پر آیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو (قدر ومنزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس (کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا نیز فرمایا: لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بے نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ ۱۶۴۴، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۲۷۵)

(۱۲) ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے:

عبد اللہ بن عباس ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صوم شهر الصبر و ثلاثة أيام من كل شهر يذهبن و حر الصدر"

ماہ رمضان کے روزے اور ہر ماہ میں تین روزے رکھنے سے دل کے وسوسوں اور کینہ وکپٹ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ (حسن صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح الترغیب و الترہیب ۱/ ۵۹۹ ح ۱۰۳۲)

ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے کہ بندہ مسلم اس مہینہ میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری، بھوک و پیاس کی شدت اور اللہ کے حرام کردہ امور پر صبر کرتا اور ان سے رکا رہتا ہے۔

(۱۳) ماہ رمضان میں گناہ بخشے جاتے ہیں:

ابو ہریرۃ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من صام رمضان ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"

جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان المبارک کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

(بخاری ۳۸، مسلم ۷۶۰)

''یعنی جو بندہ مسلم فریضہ الٰہی کی تصدیق کرتے ہوئے، اس کی فضیلت کا طلب گار ہوکر، ریا ونمود اور اخلاص کے منافی امور سے بچتے ہوئے خالص رضائے الٰہی کی خاطر روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۴۶/۳)

(۱۴) ماہ رمضان میں تراویح ادا کرنے سے گناہ بخش دئے جاتے ہیں:

ابو ہریرۃ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قام رمضان ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"

جس نے ماہ رمضان میں ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۳۸، مسلم ۷۶۰)

(۱۵) ماہ رمضان میں ایک ایسی شب ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (4) سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

یقیناً ہم نے اسے (قرآن کریم) شب قدر میں نازل فرمایا، آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کے لئے اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الاواخر من رمضان" رمضان کے آخری عشرے (دس دن) کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

(بخاری ۲۰۱۷)

(۱۶) ماہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے:

عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فان عمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي" رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کرنے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(بخاری ۱۸۶۳، مسلم ۱۲۵۶)

(۱۷) ماہ رمضان کے روزے دخول جنت کا ذریعہ ہیں:

جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں فرض نمازیں پڑھوں، ماہ رمضان کے روزے رکھوں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''، اس پر اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ نہ کروں گا۔ (مسلم ۱۸/۱۵)

(۱۸) رمضان پانے کے باوجود مغفرت الٰہی سے سرفراز نہ ہونے والے کے لئے ہلاکت ہے:

کعب بن عجرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منبر لانے کا حکم دیا، صحابہ کرام ؓ منبر لے آئے، جب نبی ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: ''آمین'' پھر جب دوسری سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: ''آمین'' اسی طرح جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: ''آمین''۔

جب رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے نہیں سنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "ان جبرئيل عرض لي فقال: بعد من أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين فلما رقيت الثانية قال: بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك فقلت : آمين فلما رقيت الثالثة قال: بعد من أدرك أبويه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت آمين"

جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام میرے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی نہ حاصل کر سکا، میں نے اس کے جواب میں ''آمین'' کہی، پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا، تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کے لئے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس کے جواب میں بھی آمین کہی، پھر جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: جس شخص نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کرکے جنت حاصل نہ کر سکا، اس کے لئے بھی ہلاکت ہو، میں نے اس کے جواب میں بھی آمین کہی۔ (صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح الترغیب و الترھیب ۱/۵۸۳)

اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مبارک مہینہ کی قدر ومنزلت کو سمجھنے اور اس میں فرض روزوں کی پابندی کے ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے. آمین

☆☆☆

صیام رمضان کے اغراض ومقاصد

ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی

ماہ رمضان خیر وبرکت کا مہینہ ہے۔ یہ ایسی بابرکت عبادت ہے کہ ایک روزہ دار دن کے اجالوں میں اپنے کاموں میں مشغول رہتا ہے اور روزے کا ثواب ملتا رہتا ہے اس ماہ کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اس ماہ کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اس میں خیر کے دواعی کی کثرت ہوجاتی ہے۔ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے۔ درجات بلند ہوجاتے ہیں۔ گناہوں کی بخششیں عام ہوجاتی ہیں۔ اللہ کی نوازشیں بڑھ جاتی ہیں۔ ہرایک چاہنے والے اور ڈھونڈھنے والے کے لئے خیر وبھلائی کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ شیطان بیڑیوں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اہل ایمان کو چانس مل جاتا ہے کہ وہ مرضات الٰہی سے اپنے دامن کو بھرلے۔ اپنے نفوس کو جلابخش دے مادی اغراض سے آزادی حاصل کرلے۔ ہرطرح کی جائز لذتوں کی تجدید سے فائدہ اٹھالے اور مواسم خیر وعطا اور مناسبات طہر وصفا سے اخوت ومحبت اور بروسعادت حاصل کرلے۔

روزہ ایک بدنی عبادت ہے، اسلام میں اس کا بڑا مقام ہے۔ وہ شہادتین اور نماز کے بعد اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان (بخاری:۱/۱۲(۸)، صحیح مسلم:۱/ ۴۵(۱۶)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوۃ دینا، اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

روزہ کے اغراض ومقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد تقویٰ کا حصول اور نفس کو خواہشات سے بچالینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۳) ''یعنی اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

روزہ کے اندر ہی یہ خصوصیت ہے کہ بندگان الٰہی کو اللہ کا خوف دلائے اور نفس کو حسنات کے انجام دینے پر آمادہ کرے۔ جب نفس اللہ کی رضامندی کی امید دلائے اور اللہ کے دردناک عذاب کے خوف کی وجہ سے حلال چیزوں سے رک جانے پر آمادہ کردے تو اس کے اندر یہ داعیہ خود بخود پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ حرام چیزوں سے بھی رک جائے۔ روزہ ہمیں جہاں حلال چیزوں سے اوقات معینہ تک کے لئے رکے رہنے کا عادی بناتا ہے، وہیں ہمیں حرام چیزوں سے باز رہنے کی تربیت کرتا ہے جس سے ہم فرمان الٰہی لعلکم تتقون کے مصداق بن سکتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جیسے گذشتہ قوموں پر فرض تھے، اس لئے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لئے دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ہے۔ اور اس لئے کہ آدمی جب اللہ کے لئے کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کردیتا ہے تو اللہ اسے تقوی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ روزہ کا اولین مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری کو حاصل کرلینا ہے اور جب یہ دولت حاصل ہوجائے تو بندہ مومن بہت ساری نیکیوں سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے ہر پل خوف الٰہی دامن گیر ہوا کرتا ہے، خواہ وہ خلوت میں رہے، یا جلوت میں رہے، تقوی کے وصف سے متصف ہوتا ہے۔

روزہ کا دوسرا غرض ومقصد نعمت الٰہی کا شکر ادا کرنے اور ان نعمتوں کی معرفت حاصل کرلینے پر آمادگی ہے۔

اس عبادت کا سب سے بڑا فائدہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی ہے۔ بندہ اللہ کی نعمتوں کو جان لیتا ہے اور اس کی قدر کرنے کا سلیقہ سیکھ لیتا ہے۔ جب انسان بھوکا اور پیاسا رہتا ہے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں غور کرتا رہتا ہے اور رمضان کے علاوہ باقی ایام میں نعمت الٰہی کی معرفت کی عادتیں بھی اپنے معمول پر قائم رہتی ہیں۔ جب وہ افطار کرتا ہے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو پاکر شکر الٰہی میں مگن ہوجاتا ہے، طعام وشراب کی لذتیں اسے آمادہ شکر بنادیتی ہیں۔ ہمیشہ یہ عبادت اس کا سبق یاد دلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ:۱۸۵)

پندرہ روزہ ترجمان

وہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کو راہ راست دکھاتا ہے اور جس میں ہدایت کے لئے اور حق وباطل کے درمیان تفریق کرنے کے لئے نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو اتنے دن گن کر بعد میں روزے رکھ لے، اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا ہے اور تاکہ تم روزے کی گنتی پوری کرلو اور روزے پوری کر لینے کی توفیق وہدایت پر تکبیر کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

روزہ نفس کو کھانے پینے اور جماع جیسی کئی نعمتوں سے روک دیتا ہے اور ان نعمتوں کی قدردانی کا احساس جگا دیتا ہے۔ ہر بندہ مومن کو شکر گزار بندہ بننے پر آمادہ کر دیتا ہے تاکہ سب **لعلکم تشکرون** کا مصداق بن سکیں۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت بذات خود بندوں پر اللہ کا انعام ہے۔ اس لئے جب بندہ اسے بحسن وخوبی انجام دے لیتا ہے تو اسے بطور شکر اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اللہ کی کبریائی اور عظمت بیان کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

روزے کا مقصد نفس کو مغلوب اور شہوت کو کم کرنا بھی ہے۔ جب انسان غربت اور فاقہ کشی کا شکار ہو گا شادی اور نان ونفقہ کی استطاعت نہ رکھتا ہو لیکن شہوت جماع میں اضافہ ہو جائے، قریب ہے کہ وہ کسی برائی میں ملوث ہو جائے تو اسے روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اس لئے کہ روزہ میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ خواہش جماع کو کم کردے اور انسان تقوی کا دامن نہ چھوڑے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه الصوم فانه له وجاء (صحیح بخاری: ٤٧٧٩، صحیح مسلم: ١٤٠٠)

اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے خواہش جماع (یا نان ونفقہ) کی طاقت رکھے اسے ضرور شادی کر لینی چاہیے، اس لئے کہ شادی نگاہوں کو پست رکھتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے اور جو شادی کی طاقت نہ رکھے، اس کے اوپر لازمی طور پر روزہ رکھا ہے، بیشک روزہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

حدیث مذکورہ میں روزہ کا بنیادی مقصد غلط کاموں میں پڑ کر غضب الٰہی مول لینے سے بچا دینے کا اہم ترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ زنا جیسے گناہ سے بندہ بچ جاتا ہے۔ یہ روزہ ہی کا کمال ہے کہ اسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بچا دے۔

روزہ کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ دل ذکر وفکر میں مبتلا رہتا ہے۔ رمضان ہر روزہ دار مسلمان کے لئے یہ آپشن کھول دیتا ہے کہ مقصد مسلمان اپنے اعمال قلوب کو متحقق کرلے اور نفس کا مجاہدہ جاری رکھے۔ اس سے نشاط قلبی پیدا ہوتی ہے، اور اعمال صالحہ کی انجام دہی کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن جیسی عظیم عبادت کا اہتمام ہونے لگتا ہے۔ تسبیح وتہلیل، ذکر وفکر کے لئے نفس اپنی آمادگی ظاہر کر دیتی ہے۔ انسانی عقلیں آیات الٰہی میں غور کرنے لگتی ہیں۔ گناہوں کے مٹ جانے اور اجر الٰہی کو پا لینے کے لئے بے تابیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اور رسول اللہ کی زبان سے ثابت بھی ہے:

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه (متفق علیه)

جو ایمان کی حالت میں اور اجر کی امید رکھتے ہوئے رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے سارے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ ہر مسلم کو روزہ یہ سبق دیتا ہے کہ وہ اس عبادت کے ذریعہ اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور ذکر وفکر میں لگا رہے تاکہ یہ عبادت اسے رفعت مقام پر فائز کر سکے۔

روزہ کا مقصد فقراو مساکین کی بھوک کا احساس اغنیاء کے دلوں میں جاگزیں کرنا ہے۔ روزہ بندے کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ اس میں رحم واحسان کے اوصاف جلیلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ فقراء ومساکین اور محتاجوں کے اوپر ترس کھانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب مالدار آدمی بھوک وپیاس کا مزہ چکھ لیتا ہے تو دوسرے اوقات میں بھی اس کی عادت پڑ جاتی ہے اور اس سے پیدا ہونے والی تکلیفات کو بخوبی جان لیتا ہے۔ فاقہ کے زمانے میں وہ خود اس کو جھیل لینے کا عادی بن جاتا ہے اور دوسروں کے لئے اس کے دل میں رحم اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ طاقت بھر دوسرے محتاجوں کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

روزہ کا مقصد باہمی محبت وغم خواری کا حصول ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کے درمیان باہمی الفت ومودت اور میل جول پیدا ہو جائے، یہ روزہ کی غرض وغایت ہے۔ جب مالدار مسلمانوں کو بھوک وپیاس کی شدت ستاتی ہے تو انہیں فقراو مساکین کی حالت فقر ومسکنت یاد دلا جاتی ہے اور یہ روزہ اکثر اوقات میں ایک دوسرے کی مدد کرنے پر ان کو آمادہ رکھتا ہے۔

روزہ کا ایک اہم ترین مقصد نفس کی پاکیزگی اور طہارت ہے۔ اس سے ارادہ مضبوط بن جاتا ہے۔ مسلمان صبر خواہ صبر جسمی ہو یا صبر نفسی دونوں کا پیکر بن جاتا ہے۔ تحمل مشاکل کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ناپسندیدگی پر ضبط نفس میں روزہ مسلمانوں کو ماہر بنا دیتا ہے۔

ان تمام مقاصد واغراض کے علاوہ ایک سب سے بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان ہر اعتبار سے نشیط رہے اور اس کے جسمانی اعضا وجوارح اس قدر عمدہ کام کرتے رہیں کہ اسے عبادتوں کو انجام دینے میں مزہ آجائے۔ جسم میں بعض ایسے امراض موجود ہوں جن کا علاج ماہرین امراض نہ کر پا رہے ہوں ان کا علاج طبی تحقیقات کی بنیاد پر روزہ کر دیتا ہے۔ اور اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ روزہ کے برداشت کی صلاحیت پیدا ہو گی تو دیگر تمام عبادتوں کی انجام دہی میں نشاط برقرار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ روزہ کے مقاصد کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ ☆☆

رمضان المبارک کے فضائل واحکام

شیخ الحدیث
حضرت مولانا عبیداللہ رحمانیؒ

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت ومصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع احکام اور مسائل مختصر طور پر ذکر کردیں جو صحیح حدیث اور مستند آثار واقوال سے ثابت ہیں۔

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وفی روایة: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمُ وَسُلْسِلَت الشَّيَاطِيْنُ وفی روایة: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ. (صحيحين)

جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا کھولنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا، شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقتاً ہے۔ مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجة اللہ البالغة میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا روزہ رکھنا، راتوں میں قیام کرنا، اور شیفتگان سنت نبویہ کا انوار الٰہی میں غوطہ زن ہونا، اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہنچنا، ان کے نور کا پرتو دوسرے مسلمانوں پر پڑنا، ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا، اور ہر مسلمان کا حسب توفیق واستعداد نیک اور اچھے عمل کرنا، اور ہلاکت وتباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا، گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھول دینا، اور دوزخ کے دروازوں کا بند کردینا ہے۔ کیونکہ یہی چیزیں دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جانے والی ہیں۔ اسی طرح جب قوت بہیمیہ دبادی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کاموں میں مشغول ہوگئے اور قوت ملکیہ کے آثار واعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنے والے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کردیئے گئے۔

(۲) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری ومسلم) ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت اور مقبولیت کے لئے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

(۳) كُلُّ عَمَلِ بْنِ آدَمَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّومَ فَاِنَّهُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِی بِه يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجَلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرَةٍ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ (الحديث)

ان کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جداگانہ ہے، اس کا اجر وثواب بے شمار ہے۔ بندہ میرے ہی لئے روزہ رکھتا ہے۔ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہے ایک طبعی افطار کے وقت دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھ کر ہے اور روزہ برے کاموں اور عذاب الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو ولعب، فسق وفجور، عصیان وطغیان، برائی اور بے حیائی، غفلت اور بے پروائی میں گذار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈھتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے مخصوص کرلیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گذار دیتے ہیں، اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کردیتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لئے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے، مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے، اس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں، یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور تخول کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر آنحضورﷺ کے افطار کردینے اور افطار کی رخصت واجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت وشیفتگی اور بعد ونفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالئے کس قدر عبرت خیز ہے، انہی فرائض وواجبات کی محبت واتباع نے ان کو بام عروج تک پہنچایا اور آج ان کی تعمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالا یطاق سمجھ کر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے، لیکن باوجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی، غلامی وعبودیت میں گھرے

ہوئے ہیں بلکہ بدترین اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان بنے ہوئے ہیں۔ اللھم ارحم وتب علینا انک انت التواب الرحیم.

مشکوک دن میں روزے کا حکم: شعبان کی تیسویں رات کوغبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے۔ اور نہ دوسرے مقام سے چاند دیکھے جانے کی معتبر اطلاع آئے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ فرمایا: فَـإِنْ غُـمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِيْنَ. (صحیحین)

پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفل ہوگا غلط اور باطل ہے۔ عمار بن یاسرؓ صحابی فرماتے ہیں جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں نہ شمار کیا جائے۔ چاند کو چھوٹا بڑا دیکھ کر بھی شک نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس روز چاند دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہیے، اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا ناجائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، ہاں اگر کسی اور دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی، اتفاقاً نہ رکھ سکا یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے۔

روزہ کی نیت کا حکم: ہر عبادت کی صحت کے لئے نیت شرعی شرط ہے، پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرض رمضان کا ہو یا نذر کا، ادا ہو یا قضا اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کے لئے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔ والیہ ذھب الشافعی واحمد واسحاق وھو الراجح عند شیخنا کما صرح به فی شرح الترمذی "من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له" (ترمذی وغیرہ)

جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے، کما حققه الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی، یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْنِيْ وَيَقُوْلُ: أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لاَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ وفی روایة اِنِّی اِذًا لَصَائِمٌ" یعنی نبی ﷺ میرے پاس آتے اور پوچھتے: کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں، آپ فرماتے میں روزہ رکھوں گا۔

واما ما روی عن سلمة بن الاکوع ان رسول الله ﷺ امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذ فرض صوم عاشوراء الاکل من اکل فلیمسک ومن لم یاکل فلیصم. اخرجه البخاری وغیرہ فاجیب عنه بانه انما صحت النیة فی النهار لان الظاهر ان صوم عاشوراء انزلت فرضیته فی النهار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیخص الجواز بمثل هذه الصورة اعنی من ظهر له وجوب الصیام علیه من النهار فتامل.

ہر روزہ کے لئے نیت ضروری ہے صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے، دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔

سحری کھانے کی فضیلت: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تسحروا فان فی السحور برکة (صحیحین) سحری کھایا کرو، سحری کھانے میں برکت ہے۔ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ (مسلم) ہمارے روزہ اور اہل کتاب (عیسائی و یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر و برکت ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک اور پیاس کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا۔ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے روزہ اور یہودیوں، عیسائیوں کے روزہ کے درمیان مابہ الامتیاز چیز سحری ہے، اس لئے سحری چھوڑنی نہیں چاہیے، کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہیے۔

سحری دیر کر کے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت:

آج کل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکیں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے، ایک یا دو بجے شب میں ہی سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھ کر بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پر کر لیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اول غلس میں تو ادا کرنا درکنار آخر وقت میں بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں بلکہ اگر جھنجھوڑ کر نہ جگایا جائے تو ۸-۹ بجے تک سوتے رہیں گے، ظاہر ہے کہ وہ ایسا کرنے کی صورت میں دوہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، فجر کی نماز یا تو قضا ہو جاتی ہے یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ اور وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہیے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ كَمْ كَانَ قَدْرَ ذٰلِكَ قَالَ قَدْرَ خَمْسِيْنَ آيَةً (ترمذی) یعنی آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔

کس قدر افسوس ہے کہ جولوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں یعنی سحری دیر کر کے کھاتے ہیں، ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سحری دن میں کھاتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون. ہاں سحری آخری شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ چائے اور پان تمباکو میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہو جائیں کہ صبح صادق طلوع ہوگئی ہو اور وہ اب تک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کردینا چاہیے: جب سورج غروب ہوجائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے روزہ افطار کردینا چاہیے اور بلاوجہ شک میں پڑ کر دیر نہیں کرنی چاہیے۔روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔

اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ. (صحیحین)

جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے) اور دن پیٹھ پھیرلے اور آفتاب غروب ہوجائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آ گیا (اب بلا تاخیر روزہ افطار کردینا چاہیے) لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ (صحیحین) لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔

حدیث قدسی میں ہے۔اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا. سب بندوں سے پیارا مجھ کو وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرڈالتا ہے اور دیر نہیں کرتا۔جلدی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے یا اس کے غروب ہونے میں شک اور تردد ہونے کے باوجود روزہ افطار کردیا جائے۔غرض یہ ہے کہ افراط وتفریط سے بچنا چاہیے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد) اے خدا تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے سے افطار کیا۔

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری دعا: ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهِ (ابوداؤد) پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں، اور ثواب لازم وثابت ہوگیا، اگر خدا نے چاہا۔

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیے: تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا افضل ہے، اگر تر و تازہ نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کیا جائے، یہ بھی میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کیا جائے۔

عَنْ اَنَسٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطُبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطُبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ (ترمذی، ابوداؤد) آنحضرت ﷺ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تازہ نہ ملیں تو خشک سے افطار کرتے، اگر خشک بھی نہ میسر ہوئیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

سلمان بن عامر صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے روزہ کی افطاری کے متعلق ارشاد فرمایا۔اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّهٗ طُهُوْرٌ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) جب کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کہ وہ باعث نفع وبرکت ہے، اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ وہ طاہر اور مطہر ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب: کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ کھلوانا بڑے ثواب کا کام ہے۔دوست واحباب، خویش واقارب کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ فقراء ومساکین اور بیوہ عورتوں کے یہاں ونیز مساجد میں افطاری بھیج کر ثواب اخروی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔آنحضور ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ اَجْرُ مِثْلِهٖ (بیہقی) جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔ایک لمبی حدیث میں ہے۔

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَةٍ مِّنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَاءُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِثْلَهٗ. (بیہقی)

جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہوجائے گا اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو۔صحابہؓ نے عرض کیا: ہم میں کا ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے، آپ نے فرمایا: یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کردیا، اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہوجائے گا۔

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا: (۱) تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا (۲) سرمہ لگانا اور آنکھ میں دوا ڈالنی (۳) سر یا بدن میں تیل ملنا (۴) خوشبو لگانا (۵) سر پر کپڑا تر کرکے رکھنا (۶) فصد لینا، پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو (۷) انجکشن لگوانا جو قوت اور غذا کا کام نہ دے (۸) ضرورت کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کرنا (۹) صبح صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا (۱۰) مرد کا بیوی سے صرف بوس وکنار کرنا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہوجانے کا خوف نہ ہو (۱۱) دن میں احتلام ہوجانا (۱۲) عورت کو دیکھ کر انزال ہوجانا (۱۳) خود بخود قے آجانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ (۱۴) تالاب وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ غوطہ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے۔(۱۵) ناک میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے (۱۶) ناک کے رینٹھ کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلا جانا (۱۷) کلی کرنا بشرطیکہ مبالغہ نہ کرے (۱۸) کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا (۱۹) مکھی کا حلق میں چلا جانا (۲۰) استنشاق

بلا مبالغہ کی صورت میں بغیر قصد وارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا (۲۱) منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے (۲۲) مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا (۲۳) کلی کرتے وقت بلا قصد وارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا (۲۴) ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا (۲۵) عورت سے بوس وکنار کی صورت میں انزال ہوجانا (۲۶) بھول کر کھا پی لینا اور بیوی سے صحبت کر لینا۔

(۱) مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ. (صحيحين)

جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے، اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے یعنی بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

(۲) مَنْ اَفْطَرَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلاَ قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلاَ كَفَّارَةَ. (ابن خزيمة، حاكم، ابن حبان)

(۲۷) غبار دھوئیں یا آٹے کا اڑ کر حلق کے اندر چلا جانا (۲۸) موچھوں میں تیل لگانا (۲۹) کان میں تیل یا پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا (۳۰) دانت میں اٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا جو محسوس نہ ہو اور منتشر ہو کر رہ جائے حلق کے اندر چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتاھے: (۱) دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ (۲) دانستہ جماع کرنا (۳) قصداً قے کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ (۴) حقہ بیڑی، سگریٹ پینا (۵) پان کھانا (۶) مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے (۷) کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا (۸) منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستہ سے نلکی کے ذریعہ غذا یا دوا پہنچانی (۹) حقنہ کرنا ان سب صورتوں میں ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا رکھنی ضروری ہے اور دانستہ بیوی سے صحبت (جماع) کر لینے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔ کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے۔ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزہ رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

بیمار، مسافر، حاملہ مرضعہ کے لئے شرعی رخصت: اگر مسافر بیمار، حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے دودھ خشک ہونے کا خوف ہو تو ان لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بلکہ مسافر کے لئے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے ”فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَرِيْضًا اَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ“ بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔ ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلى (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه) اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے اور مسافر، حاملہ، مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دے دی ہے۔

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری، حمل، دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی ہوتی ہے۔ اسی طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہیے۔ قال شيخنا رحمه الله فى شرح الترمذى الظاهر انهما (الحامل والمرضعة) فى حكم المريض فليزمهما القضاء.

میت کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء: اگر مریض کو رمضان کے بعد صحت ہوگئی۔ یا مرض میں اتنی تخفیف ہوگئی کہ وہ روزہ رکھ سکے۔ لیکن اس نے قضا نہیں رکھی پھر بیمار ہو کر مر گیا۔ یا مسافر کو سفر ختم ہوجانے کے بعد روزہ کی قضا کا موقع ملا لیکن اس نے قضا نہیں رکھی اور قضاء سے پہلے کسی بیماری یا حادثہ میں انتقال کر گیا تو ان دونوں کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ان کے اولیاء کے ذمہ ضروری ہے۔ ارشاد ہے: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. (صحيحين)

چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینے کے بارے میں جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اگر رمضان کے بعد مریض کی بیماری یا مسافر کا سفر قائم رہا اور ان کو قضاء کا موقع نہیں ملا اور اسی بیماری یا اسی سفر میں ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے اولیاء کے ذمہ ان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں ہے اور نہ فدیہ ہی ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں: من مات وعليه صيام من رمضان لم يخل من حالين، احدهما ان يموت قبل امكان القيام اما لضيق الوقت او لعذر من مرض او سفر اوعجز عن الصوم فهذالا شئى عليه فى قول اكثر اهل العلم.........لانه حق لله تعالى وجب بالشرع مات من يجب عليه قبل امكان فعله فسقط الى غير بدل كالحج..... الحال الثانى ان يموت بعد امكان القضاء فالواجب ان يطعم عنه لكل يوم مسكين وهذا قول اكثر اهل العلم، وقال ابوثور يصام عنه وهو قول الشافعى لما روت عائشة ان النبى ﷺ قال من مات وعليه صيام صام عنه وليه متفق عليه (المغنى ج ۳ ص ۱۴۲، ص ۱۴۳) اور لکھتے ہیں: لو تركه لمرض اتصل به الموت لم يجب عليه شئى (المغنى ج ۳ ص ۱۴۱) اور امام نووی لکھتے ہیں: من فاته صوم يوم من رمضان ومات قبل قضاءه فله حالان احدهما ان يموت بعد تمكنه من القضاء سواء ترك الا داء بعذرام بغيره فلا بد من تدارك بعد موته الحال الثانى ان يكون موته قبل التمكن من القضاء بان لا يزال مريضا او مسافرا من اول شوال حتى يموت فلا شئى فى تركته ولا على ورثته (روضة الطالبين ج ۲ ص ۳۸۱-۳۸۳) اور امام بیہقی سنن کبری ج ۴ ص ۳۵۳ میں لکھتے ہیں: باب المريض يفطر ثم لم يصح حتى مات فلا يكون عليه شئى، روى ذلك عن ابن عباس وقال رسول الله ﷺ اذا أمرتكم بامر فاتوا منه ماستطعتم.

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لیے شرعی رخصت: وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزوری ہو جانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو ان کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (البقرہ:۱۸۳) کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ هي للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان ان يصوما فيطعمان مكان كل يوم مسكينا (بخاری)

روزے کا ثمرہ اور مقصد: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ:۱۸۳) مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ:۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزہ رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقعہ پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتائے ہیں اتقاء، تکبیر، شکر۔ انسانی کاموں کا حقیقی وجدان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا اگر بیمار کو حکیم نے دوا دی لیکن جس فائدے کے لئے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی۔ اسی طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہیے پس اگر روزہ سے روحانی شفا یعنی تقوی، تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، حمد وثنا وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے جس کو بھوک و پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهْرُ (دارمی) کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کچھ فائدہ نہیں۔

روزے کا پہلا ثمرہ اتقاء بتایا گیا ہے جس کے معنی اصطلاح شرح میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں اور یہی روزہ کی حقیقت ہے۔ جس کے ساتھ تکبیر، حمد وثنا بھی ہونا چاہیے ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب، نفسانی خواہش کی پیروی، عصیان وطغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح وقلب کا روزہ باقی نہیں رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔

اَلصَّائِمُ فِيْ عِبَادَةٍ مِنْ حِيْنَ يُصْبِحُ اِلٰى اَنْ يمسى مالم يغتب فاذا اغتاب خرق صومه (دیلمی) روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے جب تک کسی کی غیبت نہ کرے جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے برے اور بیہودہ لغو باتیں، سرکشی نفس، روزہ کے منافی نہیں ہیں۔ لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ اِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ (حاکم، بیہقی) روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کام سے بچنے کا نام ہے۔

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں برے عملوں کو روزہ کی صحت کے لئے مضر نہیں خیال کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (بخاری وغیرہ) جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب وزور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے لئے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے، نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے، نہ لغو بیہودہ عمل کرتا ہے، نہ کذب وزور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے، نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے۔ اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ (بخاری وغیرہ) تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے اور نہ شور وغل کرے اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے آمادہ پیکار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں۔

ماہ رمضان میں نیک کاموں کا ثواب زیادہ ہوجاتاھے: مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ۔ جس شخص نے رمضان میں ایک نیک نفلی کام کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی چاہی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ماسواء رمضان میں ستر فریضے ادا کئے۔

معلوم ہوا کہ اس مقدس اور بابرکت مہینے میں ہر ایک نیک اور اچھے کام کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے خواہ نفلی ہو یا فرض۔ پس قرآن کی تلاوت، تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، حمد وشکر، تراویح اور دوسرے نیک کاموں میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس مبارک مہینے میں دل کھول کر صدقات وخیرات کرنا چاہیے، آنحضرت ﷺ کی سخاوت تیز وتند ہوا سے بھی زیادہ ہوجایا کرتی تھی، اسی لئے آپ نے اس مہینہ کو شهر المواساة (ایک دوسرے کی غمخواری اور مدد کرنے کا مہینہ) بتایا ہے۔ ہمارا سالانہ فرض دو ہے۔ ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضہ مالی (زکوۃ) اگرچہ وقت کے ساتھ محدود اور مخصوص نہیں ہے

مگر جب رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ (فریضہ مالی) کے لئے رمضان سے بڑھ کر دوسرا کون سا وقت ہوگا۔

تراویح یا تہجد یا قیام رمضان: تراویح، تہجد، قیام رمضان تینوں ایک چیز ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے، اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نے آنحضور ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے آخر دہے کی تین راتوں میں ہمارے ساتھ (تراویح کی) نماز (قیام لیل) اس طرح پڑھائی۔ پہلی رات میں اول شب میں ادا کی یہاں تک کہ تہائی رات گذر گئی اور دوسری رات میں نصف شب تک پڑھائی، ہم نے بقیہ نصف شب میں بھی پڑھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: جس نے امام کے ساتھ قیام کیا، اس نے پوری شب کا قیام کیا۔ تیسری رات میں آپ نے آخر شب میں گھر والوں کو جمع کیا۔ اور سب کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی۔ یہاں تک کہ ہم کو ڈر ہوا کہ سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تراویح کو رات کے تینوں حصوں میں ادا فرمایا ہے اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے آخر رات تک اپنے عمل کے ذریعہ بتا دیا، اب تہجد کے لئے کون سا وقت باقی رہا۔ پس تراویح اور تہجد کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

"العرف الشذی" (تقریر ترمذی از مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی) میں ہے۔ "لامَنَاصَ مِنْ اَنَّ تَرَاوِیحَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَتْ ثَمَانِیَةَ وَلَمْ یَثْبُتْ فِیْ رِوَایَةٍ مِنَ الرِّوَایَاتِ اِنَّهُ علیه السلام صَلَّى التَّرَاوِیحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰى حِدَةٍ فِیْ رَمَضَانَ الخ"

یعنی اس بات کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نماز تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضور ﷺ نے نماز تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھا۔ تراویح یا تہجد کا جماعت کے ساتھ یا تنہا مسجد میں یا گھر میں آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سو جاتے ہو اول رات میں پڑھنے سے افضل ہے، مگر اس غفلت، حیلہ سازی، بہانہ جوئی، عذر تراشی کے زمانہ میں مسجد میں اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے ورنہ اکثر لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو درکنار اس کا سماع بھی نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی تھی اور آپ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی۔

تعداد رکعات تراویح: تراویح کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں: چالیس، چھتیس، چونتیس، اٹھائیس، چوبیس، اڑتیس، بیس، آٹھ، ان اقوال کو عینی وغیرہ نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ان مختلف اقوال سے اس دعوی کی حقیقت واضح ہوگئی کہ بیس رکعت پر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اجماع ہو گیا تھا، ان اقوال مختلفہ میں پچھلا قول یعنی آٹھ رکعت اور وتر کو شامل کر کے کل گیارہ رکعت یہی صحیح ہے اور سنت کے مطابق اور اس کے علاوہ کوئی قول سنت کے موافق نہیں ہے، ہاں اگر کوئی آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، چاہے بیس پڑھے یا چوبیس یا اٹھائیس یا چونتیس یا چالیس یا چھتیس، آٹھ کے بعد سب تعداد برابر ہے۔ بیس کی کوئی خصوصیت نہیں جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے اور نہ یہ سنت عمری ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کل گیارہ ہی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دلائل گیارہ رکعت تراویح مع وتر: عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَیْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً. (صحیحین)۔ یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تراویح (تہجد) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ وَأَوْتَرَ (طبرانی، محمد بن نصر، ابن خزیمة، ابن حبان)۔
یعنی آنحضرت ﷺ نے ہم کو رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر پڑھا۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ جَاءَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ كَانَ مِنِّی اللَّیْلَةَ شَیْئٌ قَالَ وَمَاذَاکَ یَا اُبَیُّ قَالَ نِسْوَةٌ فِیْ دَارِیْ قُلْنَ اَنْ لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّیْ بِصَلٰوتِکَ قَالَ فَصَلَّیْتُ بِهِنَّ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ وَاَوْتَرْتُ فَكَانَتْ سُنَّةُ الزَّوَائِدِ وَلَمْ یَقُلْ شَیْئًا. (اخرجه ابو یعلی قال البیهقی فی مجمع الزوائد اسناده حسن)۔

حضرت ابی بن کعبؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے رات ایک کام سرزد ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا: میرے گھر چند عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتیں یعنی زیادہ یاد نہیں رکھتیں۔ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں گی اور قرآن سنیں گی۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی اور وتر ادا کیا، آپ خاموش رہے اور یہ سنت رضا ہو گئی۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدٍ اَنَّهُ قَالَ: اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِیْمًا الدَّارِیَّ اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً الحدیث... (اخرجه مالك فی الموطا وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة قال النیموی فی آثار السنن: اسناده صحیح)

حضرت عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

بیس رکعت والی کوئی روایت اور اثر صحیح طور سے ثابت نہیں ہے، کما حققه شیخنا فی شرح الترمذی فلیرجع الیه من شاء، علامہ ابن الہمام حنفی اور مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا عبدالحئی حنفی اور دیگر علمائے حنفیہ رحمہم اللہ نے بھی بیس رکعت والی مرفوع روایت کو ضعیف بتایا ہے اور گیارہ رکعت کو سنت اور اصل قرار دیا ہے۔

☆☆☆

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اورمکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

نماز فجر کی اہمیت وفضیلت

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

باجماعت فجر کی نماز ایمان کی علامت، رحمٰن سے محبت کی دلیل اور نفاق سے بری ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی نماز کو دیگر تمام نمازوں کے درمیان بڑا بلند مرتبہ اور خاص مقام عطا فرمایا ہے۔ فجر کی نماز کا اجر زیادہ فضیلت بہت بڑی، ثواب اتنا عظیم کہ بقیہ تمام نمازوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اسلام میں نماز پہلا عملی رکن ہے اور وہ اس کی عمارت کا ایسا ستون ہے جس کے بغیر اسلام کی عمارت کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ نماز توحید کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل عمل ہے۔ یہ ایمان اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے۔ یہ دین کا ستون ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کے بارے میں پوچھ تاچھ ہوگی۔ انسان کے عمل کا دارومدار اسی پر ہوگا، یہ درست نکلی تو تمام اعمال درست ہوں گے اور یہ خراب رہی تو تمام اعمال خراب مانے جائیں گے۔ مسجد کے اندر وقت پر نمازوں کی ادائیگی، ایمان کی دلیل، اچھائی کی پہچان اور رحمٰن کے دربار میں اس کے لیے گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ (التوبۃ:۱۸) ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔"

نمازوں کے سلسلے میں سستی وکوتاہی عام طور پر پستی کی علامت اور اللہ جبار وقہار کی جانب سے جہنم کی وعید کا سبب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ (الماعون:۳۰) ترجمہ: ان نمازیوں کے لیے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔"

جب اتنی سخت وعید ایسے شخص کے بارے میں ہے جو تمام نمازوں یا بعض نمازوں کو وقت مقررہ سے مؤخر کرتا ہے یا اکٹھا کرکے پڑھتا ہے یا اس کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اسے کلی طور پر ترک کردے اور اس کی جانب توجہ ہی نہ دے؟ جبکہ نماز فجر بھی انہیں فرض نمازوں میں سے ایک ہے اور مسجد میں وقت مقررہ پر ادا کرنے کے سلسلے میں، اور نمازوں سے مختلف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ زیادہ تر نمازوں کی تو پابندی کرتے ہیں لیکن فجر کی نماز میں سستی کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دن نکلنے تک سوئے رہتے ہیں اور مقررہ وقت نکل جانے کے بعد اسے ادا کرتے ہیں۔ یا کام پر جانے یا اسکول، کالج اور یونیورسٹی جانے کے لیے اٹھتے ہیں تو پڑھ لیتے ہیں۔ بڑے افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ فجر کی جماعت کی صفوں میں جوان لوگ اکے دکے ہی نظر آتے ہیں۔ ان میں اکثریت عمر رسیدہ لوگوں ہی کی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ فجر کی جماعت سے چھوٹنا ایسی بیماری ہوگئی ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ لوگوں کو اس کی فضیلت بیان کرکے اور ترک کرنے اور غفلت برتنے کے نقصانات بیان کرکے اس جانب متوجہ کیا جانا بہت ضروری ہے۔

تمام نمازوں میں فجر کی نماز کا اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقام اور بڑا اجر وثواب رکھا ہے۔ اس میں مشقت ہونے کے باعث اسے تمام نمازوں میں فوقیت حاصل ہے۔ رات کی تاریکی اور آرام ونیند کے وقت اس کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اس کی ادائیگی کے لیے خاص طور پر کڑاکے کی ٹھنڈ میں بستر چھوڑنا اور تکان کے بعد نیند کی آغوش میں جانے کے بعد فجر کی نماز کے لیے الصلوۃ خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) کی پکار پر لبیک کہنا نفس پر شاق گزرتا ہے۔ ایسے وقت پر پتہ چلتا ہے کہ کون اللہ والا ہے اور کون نفس کا بندہ۔ اس وقت ایمان کا سخت امتحان ہوتا ہے۔ جو اس امتحان میں کامیاب ہوگا وہ دنیا وآخرت میں بیش بہا انعام کا مستحق قرار پائے گا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں النور التام یوم القیامۃ (قیامت کے دن مکمل روشنی) اور بشر المشائین فی الظلم بالنور التام یوم القیامۃ (تاریکیوں میں چلنے والوں کے لیے قیامت کے دن مکمل روشنی کی بشارت دیدیجیے) من صلی صلاۃ الصبح فھو فی ذمۃ اللہ (جو شخص فجر کی نماز ادا کرتا ہے اس کی حفاظت کی گارنٹی اللہ تعالیٰ کی ہے) بھی اسی انعام کی مختلف شکلیں ہیں۔

فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے والوں کے حق میں فرشتے گواہ بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے تمہارے درمیان آتے ہیں اور فجر کی نماز اور عصر کی نماز کے وقت وہ اکٹھے ہوجاتے ہیں، پھر جنہوں نے تمہارے درمیان رات گزاری ہوتی ہے وہ اوپر چلے جاتے ہیں، ان سے ان کا رب پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے: تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں: ہم انہیں اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس (کل عصر کے وقت) اس حالت میں پہنچے تھے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری ومسلم) اس حدیث کی روشنی میں جو فجر کی نماز کی پابندی کرتا ہے فرشتے ہر دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (الاسراء:۷۸) ترجمہ:''نماز قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا۔'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا جو حصہ آپ نماز میں پڑھتے ہیں وہ گواہ ہوگا۔یعنی رات اور دن کے فرشتے اس کی گواہی دیں گے جس سے اس کی فضیلت اور خصوصیت ثابت ہوتی ہے۔

وقت مقررہ پر باجماعت فجر اور عصر کی نماز جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص دوسرد (نمازوں) کو ادا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔(بخاری ومسلم) اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے۔اور صحیح مسلم میں ہے کہ جو سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر) کی نماز ادا کرے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

ان دونوں نمازوں کے وقت مقررہ پر اور باجماعت ادا کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی بدولت جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: عنقریب تم اپنے رب کو ایسے ہی دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھتے ہو۔اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دھکم پیل نہ ہوگی لہٰذا اگر تمہارے اندر طاقت ہو کہ سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے والی نماز پر مغلوب نہ ہو تو ضرور کرو۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق:۳۹) ترجمہ: اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی۔(بخاری ومسلم)

حدیث شریف میں ہے کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیھا سے بہتر ہیں۔علماء کا کہنا ہے کہ یہ حدیث فجر سے پہلے کی سنتوں سے متعلق ہے۔غور کیجیے جب سنتوں کی فضیلت کا یہ حال ہے تو فرض کے کیا کہنے۔یہ تو اللہ کو بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ جن اعمال کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ فرض اعمال ہیں۔

فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے والوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ فجر اور عشاء کی نماز کے لیے آنے والوں کے لیے قیام اللیل کا اجر عطا کرتا ہے۔جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی تو اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھتے ہوئی گزاردی۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ عشاء کی نماز باجماعت آدھی رات کی نماز کے برابر ہے اسی طرح فجر کی نماز آدھی رات کی نماز کے برابر۔مطلب یہ ہوا کہ عشاء اور فجر کی دونوں نمازیں پوری رات کی نماز کے برابر ہوئیں۔

فجر کی نماز کی باجماعت ادائیگی، نفاق سے بری ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے۔بندہ جب آدھی رات کو نیند سے اٹھتا ہے اور بستر چھوڑ دیتا ہے پھر وہ کھڑا ہوتا ہے اور وضو کرتا ہے اور گھر سے مسجد کے لیے نکل پڑتا ہے جبکہ یہ تمام کام مشقت سے پر ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز اپنی پسندیدہ چیز سے زیادہ محبوب ہے۔اس نے یہ عمل اللہ کی فرمانبداری اور اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے کیا۔برخلاف منافق کے کہ وہ عبادت سے بھاگنے کا موقع تلاش کرتا رہتا ہے۔بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقوں پر سب سے گراں نماز عشاء اور فجر کی ہے۔اگر انہیں ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو اگر انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے تب بھی آئیں گے۔'' امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''یہ دونوں نمازیں دیگر نمازوں کے مقابلے میں اس لیے بھاری لگتی ہیں کیوں کہ عشاء تو آرام کا وقت ہے اور فجر نیند کی لذت کا وقت ہے۔''

سلف صالحین کی یہ سوچ تھی کہ اگر وہ کسی شخص کو فجر کی نماز میں غیر حاضر دیکھتے تو اس سے بدگمان ہونے لگتے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر دن گلی سڑکوں پر نکل کر نماز نماز کی صدا بلند کرتے تھے تاکہ لوگ نماز کے لیے جاگ جائیں اور اس کی بروقت باجماعت ادائیگی کرسکیں۔امام عبدالرحمٰن بن مھدی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تہجد پڑھتے تھے۔ایک دن تکان زیادہ ہوگئی تو لیٹ گیے اور نیند آگئی یہاں تک کہ نماز فجر چھوٹ گئی۔بیدار ہوئے تو کہنے لگے یہ سب اس بستر کی وجہ سے ہوا ہے۔لہٰذا وہ پورے دو مہینے بستر کی بجائے زمین پر لیٹ کر سوئے۔حارث بن حسان رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے شب زفاف میں فجر کی نماز باجماعت ادا کی تو کہنے والے نے کہا کہ تمہاری تو آج شب زفاف تھی تم پھر بھی فجر میں حاضر ہوگئے۔کہنے لگے: اللہ کی قسم اگر عورت فجر کی نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ بن جائے تو وہ بدترین عورت ہے۔

فجر کی نماز وقت پر ادا کرنے سے چستی وپھرتی میں اضافہ ہوتا ہے۔دل کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔فجر کی باجماعت نماز انسان سے تنگ دلی، ذہنی دباؤ اور سستی کو دور کردیتی ہے۔صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق وچوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ورنہ سست اور بدباطن رہتا ہے۔(بخاری ومسلم)

لہٰذا فجر کی نماز پڑھنے والوں کے چہرے روشن، پیشانیاں چمکدار، دل پاکیزہ، کام چھے اور ان کے اوقات مبارک ہوتے ہیں۔فجر کی نماز کا یہ بھی فائدہ ہے کہ دن کی ابتدا اطاعت وفرمانبرداری اور وقت کے حسن ترتیب اور صبح سویرے کی برکت کے

حصول سے ہوتی ہے۔ یہ وقت طلبا کے لیے یاد کرنے کا ہے۔اسی طرح طبی نقطۂ نظر سے صاف ستھری آکسیجن سے بھرپور ہوا میں سانس لینا فجر کے وقت کا امتیاز ہے۔لہٰذا فجر کی بابرکت نماز کے فوائد حاصل کریں اور سوئے رہ کر اسے ضائع نہ ہونے دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی عادت ڈالے ہوئے لوگوں کو متنبہ کیا اور فرمایا:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا (مریم:۵۹) ترجمہ:''پھران کے بعد ایسے اطاعت نہ کرنے والے پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے،سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔'' علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں ضائع کرنے کا مطلب چھوڑنا نہیں ہے بلکہ وقت مقررہ سے مؤخر کرنا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے نفس کی پاکی وصفائی کریں،اپنے شیطان پر غلبہ حاصل کریں اور اس بابرکت قافلے کے ہمرکاب ہوجائیں تو فجر والے بن جائیں اور درج ذیل اسباب اختیار کریں:

سچی رغبت: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے اندر فجر کی نماز ادا کرنے کی غرض سے جاگنے کی سچی رغبت دیکھتا ہے تو اسے جگا ہی دیتا ہے اور کسی دن نماز فوت ہو بھی گئی تو اسے اس کی نیت کی بنا پر ثواب سے نوازتا ہے۔کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے۔

رات کو بلاوجہ جاگنے سے پرہیز: رات میں جلدی سونا فجر کے لیے اٹھنے کا اہم ذریعہ ہے۔اسکرین کے سامنے بیٹھے رہنا،فلموں کے لیے شب بیداری کرنا یا موبائل پر مصروف رہنا چھوڑیں۔اسی طرح دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ لڑانے سے پرہیز کریں۔علاوہ ازیں ہر غیر مفید کام کے لیے رات کو جاگنا چھوڑ دیں اور جلد نیند کی آغوش میں چلے جائیں۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد (بغیر مصلحت کے) بات چیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

گناہوں سے اجتناب: خاص طور پر تنہائیوں کے گناہوں اور حرام مناظر دیکھنے سے دور رہیں۔کتنے ہی لوگ گناہوں کے باعث نیک کاموں سے محروم ہوجاتے ہیں۔لہٰذا ایسے کام کریں جو فجر کی نماز بروقت باجماعت پڑھنے میں ممدو معاون ہوں جیسے وضو کرکے سونا،کثرت سے استغفار،الارم وغیرہ کا اہتمام،گھر والوں ،پڑوسیوں اور دوستوں کو بیدار کرنے کے لیے کہہ کر رکھنا۔اور آخری بات یہ کہ دعا کا اہتمام کریں،اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں کیونکہ یہ سچائی کی علامت توفیق کی دلیل اور من کی مراد پاجانے کا راستہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (غافر:۶۰) ترجمہ:اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' دوسرے مقام پر فرمایا:وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت:) ترجمہ:اور جن لوگوں نے ہمارے (احکام کی بجاآوری کے) بارے میں کوشش کی ہم انہیں سیدھا راستہ ضرور دکھائیں گے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فجر کی نماز مقررہ وقت پر باجماعت ادا کرنے کی توفیق بخشے اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں سمیٹنے کا موقعہ نصیب کرے۔آمین یارب العلمین

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد
اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ،سریا،روڑی،بدرپور،ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی،دروازہ،پینٹ،رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

امت پر صحابہ کرام کے حقوق

مولانا آصف تنویر تیمی

صحابہ کرامؓ کے ذکر جمیل سے دل وجان میں ہر طرف خوشی پھوٹنے لگتی ہے، ان کی یاد سے مجلسیں معطر ہوجاتی ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے، نبیوں اور رسولوں کے بعد لوگوں میں وہ سب سے اچھے تھے، ان کا وجود سراپا لوگوں کی بھلائی کے لئے تھا۔ ان تمام کی شخصیات مختلف قسم کے فضائل ومناقب سے عبارت تھی۔ ان میں اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے والے مہاجرین وانصار اور صلح حدیبیہ کے موقع پر حق کے لئے جینے اور حق کے لئے اپنا سب کچھ تج دینے پر بیعت کرنے کے لئے افراد موجود ہیں۔ ان کے دلوں میں پائے جانے والے ڈر وخوف کا اللہ نے امتحان لیا، ان کو اللہ نے راہ حق کی ہدایت نصیب فرمائی، اور انہیں کو صحیح معنوں میں عقل وخرد کا مالک قرار دیا۔

صحابہ کی جماعت نے پورے طور پر تقوی کو اپنے اوپر نافذ کیا، اور متقی قرار پائے، اللہ نے ان کے دلوں میں سکون واطمینان کو گھر کردیا تاکہ ان کے ایمان وایقان میں مزید اضافہ ہوجائے، اور وہ اللہ تعالی کی متنوع نعمتوں سے شادکام ہوئے، کسی طرح کے گھاٹے میں ان کو رہنا نہ پڑا۔ وہ ایسے پاک طینت لوگ تھے جنہوں نے اپنی جان، مال، بال بچے، گھر بار کو اللہ کی راہ میں قربان کردیا، اپنے وطن کو ترک کیا، دوست واحباب کو چھوڑا، بلکہ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے سب کچھ کو قربان کردیا۔ مہاجرین اور انصار صحابہ کی جانفشانیاں کتاب وسنت میں مرقوم ومحفوظ ہیں۔

اہل سنت والجماعت ان کی محبت کو جزو ایمان گردانتے ہیں، ان کے فضائل ومناقب کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں، ایسے تمام لوگوں سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں جو کسی طرح کا بغض وحسد اور دشمنی ونفرت صحابہ کرام سے اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۱۰) ''اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے''۔

اس امت پر صحابہ کرامؓ کے حقوق بے شمار ہیں، وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ہمیشہ ان کا ذکر خیر کیا جائے، بالخصوص ایسے دور میں جب بیمار دل لوگ ہر ممکن ذرائع کے ساتھ انہیں نشانہ بناتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سارے اہل سنت ان کے دام میں گرفتار ہوجاتے ہیں، میڈیا کے اس زمانے میں صحابہ کے تئیں عام لوگوں میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پھیلائے جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے وقت میں صحابہ کرام کے حقوق سے لوگوں کو مطلع کیا جائے، اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ان کے جو احسانات ہیں انہیں ذکر کیا جائے، تاکہ فتنہ پروروں کی فتنہ پروری کارگر ثابت نہ ہو۔

ذیل کے سطور میں امت پر صحابہ کرام کے چند اہم حقوق کو اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے تاکہ ہم ان سے واقفیت حاصل کریں، اور دوسرے مسلمان بھائی کو بھی اس کے بارے میں بتلائیں:

(۱) صحابہ کرام سے محبت: اہل سنت والجماعت صحابہ سے اللہ کے لئے سچی محبت کرتے ہیں، اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے محبت رکھنا، ان کے حق کو پہنچانا ہر طرح کی کامیابی کا ذریعہ ہے، جب کہ ان سے بغض ونفرت کرنا، انہیں گالی دینا، اور ان کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت کرنا جو دشمنان منسوب کرتے ہیں ہلاکت وبربادی کا باعث ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۱۰) ''اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے''۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' آية الايمان حب الانصار، وآية المنافق بغض الأنصار'' (صحیح البخاری، ۳۷۸۴) ''انصار سے محبت ایمان کی علامت اور انصار سے بغض رکھنا منافق کی پہچان ہے''۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: '' ونحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، وحبهم دين وايمان واحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان''۔ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں افراط سے کام نہیں لیتے، ان میں سے کسی سے براءت کا اظہار بھی نہیں کرتے ہیں۔ جو ان سے بغض رکھتا یا غیر شریفانہ طور پر ان کا تذکرہ کرتا ہے ہم بھی اس سے نفرت اور بغض رکھتے ہیں۔ ان (صحابہ) سے محبت دین وایمان اور

احسان ہے،اوران سے بغض رکھنا کفر ونفاق اور سرکشی ہے‘‘ (العقیدہ الطحاویۃ مع شرح ابن ابی العز) اورامام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’ كان السلف يعلمون أولادهم حب أبی بكر وعمر كما يعلمون السورة من القرآن‘‘ ۔’’سلف اپنے بچوں کوابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہا) کی محبت اسی طرح سکھلاتے تھے جس طرح وہ انہیں قرآن کریم کی سورت سکھلاتے تھے‘‘ ۔(شرح اعتقاد أصول أہل السنۃ والجماعۃ، ۲۳۲۵) ۔بشر بن الحارث رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’أوثق عملی فی نفسی: حب أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم‘‘ ۔میری نگاہ میں سب سے بڑا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرنا ہے۔(الحلیۃ لابی نعیم)

(۲) صحابہ کرام کی فضیلت وعدالت کا عقیدہ رکھنا: امت میں صحابہ کے مثل فضیلت اور نیکی میں کوئی نہیں ہے،اس تعلق سے اہل سنت والجماعت کا اجماع پایا جاتا ہے۔اوران کی فضیلت سے متعلق بے شمار دلائل موجود ہیں۔جن سے ان کے قول کی صداقت، ایمان کی صحت، اخلاص ومحبت، عقل کی پختگی، رائے کی درستگی،امانت ودیانت کی بلندی اور خیر خواہی کا اعلی جذبہ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

فضائل صحابہ سے متعلق چند آیات:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ: ۱۰۰) ’’اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور متقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا رکھے ہیں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے‘‘ ۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (الأنفال: ۷۴) جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو پناہ دی اور مدد کی، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے،سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اوران میں عہد و پیمان ہے،تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے۔کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں،اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہوجائے گا۔جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی۔یہی لوگ سچے مومن ہیں،ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی‘‘ ۔﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح: ۲۹) ’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں،تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالی کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں،ان کا نشان ان کے چہرے پر سجدوں کے اثر سے ہے،ان کی یہی مثال تورات میں ہے اوران کی مثال انجیل میں ہے،مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے،ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے‘‘ ۔﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (الحدید: ۱۰) تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسرے کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالی کا ان سب سے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے‘‘ ۔

فضائل صحابہ سے متعلق چند احادیث:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’النجوم أمنة للسماء، فاذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد، أنا أمنة لأصحابى، فاذا ذهبت أتى أصحابى ما يوعدون، وأصحابى أمنة لأمتى، فاذا ذهب أصحابى أتى أمتى ما توعد‘‘. (صحیح مسلم: ۲۵۳۱) ’’ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں، جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آ جائے گی (

یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہو جائے گا)۔ اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ اور فساد اور لڑائیاں)۔ اور میرے اصحاب میری امت پر کے بچاؤ ہیں۔ جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی اختلاف وانتشار وغیرہ)''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه''. (صحيح البخاري: ۳۶۷۳) ''میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم''. (صحيح البخاري: ۳۶۵۱) سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے''۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' من كان مستنا فليستن بمن قد مات، فان الحي لا تؤمن عليه الفتنة، أولئک أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا والله أفضل هذه الأمة، وأبرها قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم، واقامة دينيه، فاعرفوا فضلهم، واتبعوهم في آثارهم، وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم ودينهم، فانهم كانوا على الهدى المستقيم''. (جامع بيان العلم وفضله: ۲/ ۱۹۵) '' تم میں سے اگر کوئی راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو ان لوگوں کا راستہ اختیار کرے جو مر چکے ہیں، زندوں سے متعلق فتنہ سے مامون نہیں ہوا جاسکتا ہے، وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اللہ کی قسم وہ سب اس امت کے سب سے افضل، دلوں کے سب سے پاک، علم کے سب سے زیادہ گہرے، تکلف میں سب سے کم تھے۔ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی مصاحبت، دین کے قیام کے لئے چنا تھا، ان کے فضل کو پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو، اور حتی المقدور ان کے اخلاق اور دینداری کی پر مضبوطی سے کاربند ہو جاؤ، وہ لوگ ہدایت اور سیدھے راستہ پر گامزن تھے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ومن نظر في سيرة القوم بعلم وبصيرة، وما من الله به عليهم من الفضائل، علم يقينا أنهم خير الخلق بعد الأنبياء، لا كان ولا يكون مثلهم، وأنهم الصفوة من قرون هذه الأمة التي هي خير الأمم وأكرمها على الله''. (مجموع الفتاوى: ۱۰۳/۳) جو علم وانصاف کے ساتھ اس قوم (صحابہ) کی سیرت، اور اللہ تعالی نے جو ان پر انعام واحسان کیا ہے اس پر غور کرے گا وہ لازمی طور پر جان جائے گا کہ وہ نبیوں کے بعد سب سے بہترین مخلوق ہے، ان کی طرح کوئی ہوا ہے نہ ہوگا، امت کی تاریخ میں ان سے زیادہ باصفا کوئی نہیں، اللہ کے نزدیک وہ بڑی معزز (قوم) ہے''۔

(۳) صحابہؓ کے مابین پائے جانے والے مراتب کا عقیدہ رکھنا: اس بات پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ فضیلت میں مشترک ہیں، لیکن اس فضیلت میں ان کے مراتب ودرجات مختلف ہیں۔ بعض بعض سے افضل ہیں، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مفضول کی ناقدری یا گستاخی کی جائے گی۔

صحابہؓ میں علی الاطلاق عشرہ مبشرہ دیگر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ان میں خلفاء راشدین، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، عبدالرحمن بن عوف، سعید بن زید، سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان دس صحابہ میں بھی خلفاء راشدین کو بقیہ چھ صحابہ پر افضلیت حاصل ہے۔ نیز خلفاء کی ترتیب ابوبکر، عمر، عثمان او علی رضی اللہ عنہم میں کسی طرح کا ہیر پھیر صالحین کے منہج کے خلاف ہے۔ اس تعلق سے ابوجعفر الباقر رحمہ اللہ کا قول بڑی اہمیت کا حامل ہے انہوں نے شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: '' من لم يعرف فضل أبي بكر وعمر رضي الله عنهما فقد جهل السنة''. (الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ أہل السنۃ: ۲/۳۵۰) جو شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت سے ناآشنا ہے دراصل وہ سنت سے ناواقف ہے''۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: '' حب أبي بكر وعمر ومعرفة فضلهما من السنة''. (حوالہ سابق) ''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت اور ان کی فضیلت کی معرفت سنت کا حصہ ہے''۔ عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر، اہل احد اور پھر اہل بیعت رضوان کا مقام ومرتبہ ہے۔ معافی بن عمران رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: '' معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بالمقابل عمر بن عبدالعزیز کا مقام کیا ہے تو معافی شدید ناراض ہوگئے اور کہا: صحابہ کرام کے ساتھ کسی دوسرے کا کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا، معاویہ (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، سسرالی رشتہ دار، او رکاتب وحی تھے''۔ (تاریخ مدینۃ دمشق: ۹/۲۰۸)

(۴) صحابہ کا ذکر خیر اور ان کے محاسن کو بیان کیا جائے: یہ صحابہ کرام کی محبت کا تقاضا ہے کہ ان کا ذکر خیر کیا جائے، ان کی ثنا خوانی کی جائے اور ان کی اچھائیوں کی تشہیر کی جائے، تمام اہل سنت والجماعت نے ان امور کو انجام دیا اور اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ امام مزنی رحمہ اللہ نے کہا: '' ويقال بضلهم، ويذكرون بمحاسن أفعالهم'' (شرح السنۃ: ۸۷) ''ان کے فضل کو بیان کیا جائے گا اور ان کے اچھے کاموں کو نمایاں کیا جائے گا''۔ ابن ابی زمنین رحمہ اللہ نے فرمایا: '' ومن قول أهل السنة: أن يعتقد المرء المحبة لأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، وأن ينشر محاسنهم وفضائلهم'' (اصول السنۃ، لابن ابی زمنین، ۲۶۳) ''اہل سنت کا قول ہے: آدمی صحابہ کرام کی محبت کا عقیدہ رکھے، اور ان کے محاسن اور فضائل

کی نشرواشاعت کرے‘‘۔

(۵) صحابہ کرام سے متعلق اللہ کی رحمت اور جنت کی گواہی دی جائے: اجمالی طور پر تمام صحابہ کرامؓ سے متعلق اللہ کی رحمت اور جنت کی گواہی دی جائے، اور جن صحابہ کے جنتی ہونے کی تعیین ہے ان کے جنتی ہونے کا پختہ عقیدہ رکھا جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ’’اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور متقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا رکھے ہیں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے‘‘۔ (توبہ:۱۰۰) اور سورہ الحدید میں فرمایا: ’’ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالی کا ان سب سے ہے اور جو کچھ تم کررہے ہو اس سے اللہ خبر دار ہے‘‘۔

عشرہ مبشرہ، عبداللہ بن سلام، قیس ابن ثابت، عکاشہ بن محصن وغیرہم رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی گواہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر دی ہے اس لئے اہل سنت والجماعت انہیں بلاکسی اختلاف کے جنتی ٹھہراتے ہیں۔

(۶) صحابہ کرام کے لئے دعا و استغفار اور رضی اللہ عنہم کا استعمال کیا جائے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’أهل السنة والجماعة مجمعون على أن الواجب الثناء عليهم والاستغفار لهم والترحم عليهم والترضي عنهم‘‘ (الصارم المسلول: ۱۰۸۵)۔ ’’اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان (صحابہ) کی تعریف، ان کے لئے استغفار اور ان کے حوالے سے اللہ کی خوشنودی کے کلمات ادا کرنے واجب ہیں‘‘۔ جب کسی بندے کا دل ودماغ صحابہ کی محبت سے سرشار ہوتا ہے تو لازما اس کی زبان سے ان کے لئے دعا کرتا اور اللہ تعالی سے ان کی بخشش کا مطالبہ کرتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’وقد جرت عادة جمهور هذه الأمة والسواد الأعظم من سلفها وخلفها على الترضي عن الصحابة، والترحم على من بعدهم، والدعاء لهم بمغفرة الله وعفوه، كما أرشدنا الى ذلک بقوله سبحانه: والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا‘‘۔ (فتح القدیر: ۳۰۲/۴) ’’اس امت کے بیشتر سلف اور خلف کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ صحابہ کے لئے ’’رضی اللہ عنہم‘‘ اور ان کے بعد والے کے لئے ’’رحمہم اللہ‘‘ اور ان سب کے لئے بخشش اور معافی کی دعا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے رہنمائی فرمائی ہے: ’’اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے‘‘۔ (الحشر:۱۰)

(۷) ان کی بشری غلطیوں سے صرف نظر: اہل سنت والجماعت ہر قسم کے غلو سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور ان کے یہاں عقائد، عبادات اور معاملات میں میانہ روی اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ صحابہ کرام کو نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے اعلی مرتبہ والا ضرور قرار دیتے ہیں، مگر انہیں معصوم عن الخطاء نہیں ٹھہراتے، اور انہیں عادل قرار دینا ان سے غلطی سرزد ہونے کے منافی نہیں ہے۔ نیز اہل سنت والجماعت اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں صحابہ سے ہونے والی غلطیاں اور دوسرے سے ہونے والی غلطیوں میں نمایاں فرق ہے، اس لئے کہ عام لوگوں کی زندگی اور صحابہ کرامؓ کی زندگی اور قربانیاں یکساں نہیں ہوسکتیں۔ جب ہم ایک ادنی مسلمان کے تئیں حسن ظن رکھتے ہیں کہ اس کی نیکی کی وجہ سے اللہ اس کے گناہ کے معاف فرما سکتا ہے تو بھلا مومنوں کے سرداروں سے متعلق ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہئے۔ نیز اس بات کا بھی امکان کامل ہے کہ صحابہ کرام نے اپنی غلطیوں سے معافی طلب کرلی ہو، اللہ نے ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی خطاؤں کو معاف کردیا ہو، اسلام میں سبقت کی وجہ سے انہیں معاف کردیا گیا ہو، اللہ کے نبی کی شفاعت کی وجہ سے ان کی خطا معاف کی جاچکی ہو یا اسلام کی راہ میں ان کی بے نظیر قربانیوں کی بدولت وہ بخش دیئے گئے ہوں۔ ان وجوہات کی بنا پر کسی مسلمان کے زیب نہیں کہ وہ کسی صحابی کی غلطی کو بیان کرے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: ’’من نطق فی اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بكلمة فهو صاحب هوى‘‘۔ (شرح السنۃ للبر بہاری: ۷۵) ’’جس کسی نے بھی صحابہ میں سے کسی سے متعلق کوئی نازیبا کلمہ بولا وہ ہوا پرست ہے‘‘۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: ’’ومن تنقص من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو ابغضه لحدث كان منه، أو ذكر مساوئه فهو مبتدع‘‘۔ (شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ للالکائی: ۱۶۹/۱) ’’جس نے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کی یا ان سے ہونے والے کسی واقعہ کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، یا ان کی غلطیوں کا تذکرہ کیا تو وہ بدعتی ہے‘‘۔

(۸) صحابہ کرام کے مابین ہونے والے آپسی اختلاف پر سکوت: صحابہ کرامؓ کے درمیان رونما ہونے والے فتنے، جھگڑے اور قتال سے مسلمان کا اعراض کرنا ضروری ہے، ان مسائل میں الجھنا، رائے زنی کرنی، اور کسی صحابی کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا، ایمان کے لئے بڑے خطرے کا باعث ہے۔ اہل سنت والجماعت کی تمام تالیفات میں مشاجرات صحابہ کے سلسلے میں تہ تک پہنچنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس عقیدے کے ساتھ کہ ان کے آپسی اختلافات اجتہاد کی بنیاد پر تھے، اور ان میں کا ہر شخص ایک اجر یا دوہرے اجر کا حقدار ہے۔ اور اسی منہج کے مطابق عمل کرنے میں فائدہ ہے، اور اسی طرف ذیل کے امور سے اشارہ بھی ملتا ہے:

☆ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب میرے صحابہ کی شان میں گستاخی کی جائے تو اپنے آپ کو اس سے

بچاؤ''۔(المعجم الکبیر للطبرانی:۹۶/۲)

☆مشاجرات صحابہ سے گفتگو میں علمی یا عملی اعتبار سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہے، بلکہ حدیث کے مطابق اچھے مسلمان کا شیوہ لایعنی اشیاء سے گریز کرنا ہے۔صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے واقعات محض اجتہادی تھے،نفرت وعداوت سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں۔مشاجرات صحابہ سے متعلق سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بڑی شاندار بات کہی ہے:'' **تلك دماء طهر الله يدى منها، فلا أحب أن اخضب لساني فيها**''۔(حلیۃ الأولیاء،لابی نعیم:۱۱۴/۹)'' اس خون سے جب اللہ تعالی نے میرے ہاتھ کو پاک رکھا تو پھر میں اس سلسلے میں اپنی زبان کو گندا کرنا پسند نہیں کرتا''۔اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ صحابہؓ کی شان میں اول فول بکنے،اوران کے آپس میں ہونے والے فتنے سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے۔

☆مشاجرات صحابہ سے متعلق بہت زیادہ گفتگو انسان کو اس مقام تک پہنچا سکتا ہے،جس کا انجام خوش کن نہیں ہوتا۔قدم ڈگمگا سکتا ہے۔صحابہؓ سے متعلق دل میں کدورت پیدا ہوسکتی ہے۔اوراس قسم کے معاملے سے بچنا ایک پکے سچے مسلمان کا تقاضا ہے۔

☆مشاجرات صحابہؓ سے متعلق جھوٹوں،منافقوں اور بدعتیوں نے اتنی بکواسیں کی ہیں کہ حقیقت تک رسائی بہت مشکل ہے۔کتب تاریخ میں ہر قسم کے رطب ویابس کو جمع کردیا گیا ہے۔امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے کہا:''مشاجرات صحابہؓ سے متعلق بیشتر باتیں باطل اور جھوٹ ہیں، جو قابل توجہ نہیں،اور جو باتیں صحیح ہیں ان کی مناسب تاویل کی جائے گی ، اس لئے کہ اللہ تعالی نے صحابہ کرام کی تعریف وتقدیس فرمائی ہے''۔(شرح الفقہ الاکبر لملاعلی القاری:۱۰۲)

(۹) صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والے سے بغض اوران کے دشمنوں کی ناکہ بندی: صحابہ کرامؓ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان سے بغض رکھنے والوں سے بغض رکھا جائے ،اورصحابہ کی طرف سے دفاع کیا جائے،ان کے دشمنوں کا ہر طرح سے جواب دیا جائے،ان کی ناکہ بندی کی جائے۔اس سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول گزر چکا ہے کہ اہل سنت والجماعت صحابہ سے بغض رکھنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔اور ایمان کا مضبوط دستہ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے نفرت کرنا ہے۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام کی شخصیت اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ ان کے دشمنوں سے نفرت کی جائے۔

(۱۰) صحابہ کرامؓ کی اقتدااور پیروی: اہل سنت والجماعت کا منہج اس پر استوار ہے کہ قابل اقتدا علم وعمل صحابہ کرامؓ کا ہے۔ بلکہ ہر قسم کے فضائل ومناقب میں صحابہ کرام سب سے بالا وبرتر ہیں۔خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا:''تم اس چیز سے راضی ہوجاؤ جس سے وہ لوگ راضی ہوئے، وہ ہر معاملے میں علم وبصیرت سے کام لیا کرتے تھے''۔(سنن ابوداود:۱۶/۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت میں نجات پانے والوں کے بابت پوچھا گیا تو آپ نے کہا:'' **ما أنا عليه وأصحابي**'' ۔(جامع ترمذی:۲۶/۵)''جس(راستہ)پر میں ہوں اورمیرے صحابہ'' پتہ چلا کہ صحابہؓ کا راستہ ہی کامیابی وکامرانی اور ہر قسم کی مصیبت سے بچنے کا راستہ ہے اس لئے اسی کے اپنانے میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے،اورصحابہ کا راستہ وہی ہے جو قرآن وحدیث کا راستہ ہے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۷ کا)

لاکھ زمانہ بدلے گا قرآن نہ بدلا جائے گا
اسلام نہ بدلا جائے گا ایمان نہ بدلا جائے گا

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دشمنان اسلام کے دلوں پر قرآن مجید کی ایسی تاثیر ہوئی کہ اس کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے ،مشرکین مکہ اور دیگر دشمنان اسلام جن کو اسلام کی سربلندی سے بہت کوفت ہوا کرتی تھی ان کی انتھک کوشش یہ ہوا کرتی تھی کہ کسی بھی طرح سے اسلام کی روشنی کو بجھادیں اوراس کے نام لیواؤں کو صفحہ ہستی سے مٹادیں،لیکن مالک الملک خالق ارض وسماں کا چیلنج اس پر حاوی ہوگیا،کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

نورخدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تاریخی واقعات اوران کی حقیقتوں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہی قرآن مجید حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے سورہ مریم کی تلاوت نے حبشہ کے بادشاہ کو مسلمانوں کا مسیحا بنادیا،اسی طرح عتبہ جو مسلمانوں اوراسلام کے جانی دشمن تھے،سورہ حم السجدہ نے ان کے دل کو موم بنادیا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کی تلاوت قرآن نے عمرؓ کے دل کی دنیا کو بدل ڈالا،الغرض قرآن مجید کے معانی ومفاہیم میں وہ اثر انگیزی ہے کہ جب ایک غور وتدبر کرنے والا اس کو پڑھتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ واقعی یہ کوئی بشری کلام نہیں بلکہ یہ اس ذات کا کلام ہے جو پوری کائنات کا خالق ومالک اور مدبر ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ غور وتدبر کے ساتھ پڑھنے کی توفیق اور ہدایت نصیب فرمائے۔آمین

☆☆☆

جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق استاذ معروف عالم دین مولانا عبیداللہ طیب مدنی مکی صاحب کا انتقال پُر ملال: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے سابق استاذ معروف عالم دین مولانا عبیداللہ طیب مدنی مکی صاحب کا 21 /فروری 2024ء کو علی الصباح لکھنؤ میں بعمر تقریبا 72 سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبیداللہ طیب صاحب بڑے خلیق وملنسار، طلبہ کے بہی خواہ، نفاست پسند اور نستعلیق طبع تھے۔ آپ نے ابتدائیہ تا مولوی جامعہ رحمانیہ بنارس میں تعلیم حاصل کی اور عالمیت وفضیلت جامعہ سلفیہ بنارس سے، لیسانس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اور ایم اے جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے کیا۔ بعدازاں جامعہ سلفیہ بنارس میں مدرس مقرر ہوئے اور وہاں دوسال قبل تک تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان شاء اللہ۔ ادھر کافی دنوں سے علیل تھے اور بغرض علاج لکھنؤ تشریف لے گئے تھے جہاں آج صبح داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور سات صاحبزادیاں ہیں۔ نماز جنازہ بعد نماز عشاء آبائی وطن بنارس میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

عظیم الشان اجلاس عام: 20 فروری 2024 کو مدرسہ عربیہ خادم الاسلام اہل حدیث ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور میں ایک عظیم الشان اجلاس عام بعنوان تکمیل قران کریم منعقد ہوا جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کی پہلا خطاب فضیلۃ الشیخ ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کیا شیخ نے فرمایا کہ اسلام امن و شانتی کا پیغام دیتا ہے اتحاد کا پیغام دیتا ہے اسلام کے اس پیغام کو پھیلانے کے لیے مدارس اسلامیہ کا بہت اہم کردار رہا ہے شیخ نے فرمایا کہ اس وقت جو حالات ہیں ایسے حالات میں لوگوں کو مدارس کی اہمیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے خصوصی خطاب امیر صاحب نے کیا امیر محترم نے اپنے خطاب میں قرآن کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والوں کے والدین کو اللہ جل شانہ روز قیامت تاج الکرامہ پہنائے گا تو ان پڑھنے والوں کے مقام ومرتبہ کا کیا کہنا شیخ نے کہا کہ قرآن کو پڑھنے اور پڑھانے کے ساتھ ساتھ اس پر غور وتدبر بھی کرنا چاہیے اس پر غور وفکر کرنے والے آسمان پر جارہے ہیں اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرنا چاہیے اور اس کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کو ساری انسانیت تک پہنچانا ہم سب کا کام ہے اس کے بعد بچوں کو انعامات تقسیم کیے گئے مدرسہ ہذا سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد 21 /تھی بچوں کے سروں پر دستار اور بچیوں کی رداء پوشی کے ساتھ ساتھ شیلڈیں کتابیں اور قرآن کریم وغیرہ انعام میں دی گئیں۔ نظامت کے فرائض مولانا محمد شعیب المحمدی استاذ مدرسہ ہذا نے انجام دئے فضیلۃ الشیخ قاری شوکت علی محمدی کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا اس موقع پر مدرسہ ہذا کے مہتمم عبدالحلیم صاحب ناظم اعلی حافظ محمد عمر صاحب وجملہ اراکین مدرسہ موجود رہے۔

امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ و نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال اشفاق حسین خان کا انتقال پُر ملال: امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہوڑہ، نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال اور رکن مجلس شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند دہلی، اشفاق حسین خان صاحب عمرہ کی ادائیگی کے بعد 15 فروری 2024ء تقریبا ڈھائی بجے بعمر تقریبا ستر (70) سال داعی اجل کو لبیک کہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب اشفاق حسین خان صاحب بڑے خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز، علما کے قدر دان، صوم وصلاۃ کے پابند اور مخلص انسان تھے۔ 40 سال سے جمعیت اہل حدیث شیب پور ہوڑہ کے امیر تھے، اور اپنی خدمات پیش کررہے تھے، ایک لمبے عرصہ تک شیب پور جمعیت میں درس دیتے رہے، جمعیت کی ساری رپورٹ اخباروں میں شائع کرواتے تھے، مقامی سطح کے تمام پروگراموں کا انعقاد اوران کی صدرات کیا کرتے تھے، پچھلے دوٹرم سے ہوڑہ ضلعی جمعیت کے امیر تھے، شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا کی مجلس عاملہ وشوری کے ممبر تھے، اور پچھلے دوٹرم سے صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے نائب امیر کے عہدہ پر فائز تھے، اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوری کے ممبر تھے، انجمن ترقی اردو مغربی بنگال سے قدیم وابستگی تھی اور اس کے خازن کے عہدہ پر فائز تھے، تقریبا پینتالیس 45 سال تک سرکاری ملازمت میں رہے اور تدریسی خدمات انجام دیئے، آپ کے ہزاروں شاگردان ہیں جو ملک وملت کی آبیاری اور تعمیر وترقی کام میں سرگرم ہیں، 2012 میں جب سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو پورے طور پر دعوتی کاز میں مصروف ہوگئے..
پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، تین صاحب زادے مظہر خان، مدثر خان، محسن خان، ایک صاحبزادی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ ان کی نماز جنازہ مکہ مکرمہ میں ادا کی گئی اور مقبرہ معلیٰ میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، ان کے دینی ودعوتی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے. آمین (شریک غم ودعاگو: ذکی احمد مدنی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال)

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ "المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ" میں نئے تعلیمی کلینڈر (2025-2024) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

۲۰/اپریل ۲۰۲۴ء مطابق ۱۰/ شوال المکرم ۱۴۴۵ھ بروز ہفتہ تا ۲۴/اپریل ۲۰۲۴ء

مطابق ۱۴/شوال المکرم ۱۴۴۵ھ بروز بدھ داخلہ لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: ۱۵/اپریل ۲۰۲۴ء

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

"المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة"

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 23273407 ,26946205-011، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

رمضان المبارک کے موقع پر اپنے صدقات و خیرات کا ایک حصہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کو دینا نہ بھولیں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ہندوستان میں اہل حدیثوں کا نمائندہ پلیٹ فارم ہے، جو اپنے اہداف ومقاصد کی روشنی میں منصوبوں اور عزائم کی تکمیل میں کوشاں ہے۔اس کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتربیتی، علمی وتحقیقی، تحریری وصحافتی اور رفاہی وسماجی خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔ سیمیناروں، کانفرنسوں اور مسابقوں کا انعقاد، مختلف زبانوں میں جرائد ورسائل کی طباعت، تفسیر، حدیث نیز اہم ترین دینی وتربیتی اور نصابی کتابوں کی اشاعت کا کام پابندی سے ہورہا ہے۔اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل اور اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی کی چوتھی منزل کی تسقیف (چھت کی ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے۔جن کی وجہ سے جمعیت کے مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد اہل خیر حضرات اور محسنین ومخلصین کے تعاون سے ہی انجام پارہے ہیں۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، پھر اپنے محسنین و مخلصین کے بھی، جنہوں نے کسی نہ کسی ناحیہ سے مرکزی جمعیت کی تعمیر وترقی میں حصہ لیا ہے اور اس کے منصوبوں کی تکمیل میں آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تمام اہل خیر محسنین ومخلصین سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر مرکزی جمعیت کے تمام شعبوں کی فعالیت کو برقرار رکھنے اور تعمیراتی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لیے جمعیت کے ذمہ داروں اور کارکنوں کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں ۔وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو اپنا تعاون براہ کرم مرکزی جمعیت کے دفتر کو ارسال فرمائیں۔اللہ آپ کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔(آمین)

ڈرافت یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں۔

A/c No.629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk Branch
(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند